شُہَدَآءُ الحَقِّ

مؤلفہ و مرتبہ

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروق آف قاضی خیل ہوتی مردان

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِماً عَلٰى اَیِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِیْ

ذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاءُ يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعٖ

شُهَدَآءُ الْحَقِّ

یعنی

سرزمینِ کابل - افغانستان اور یاغستان

میں

شہدائے احمدیت کی جانفشانیوں

کی

ایمان افروز داستان

مؤلفہ و مرتبہ

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروق آف قاضی خیل ہوتی مردان

طابع و ناشر

حکیم محمد عبد اللطیف شاہد منشی فاضل، ادیب فاضل آنرزان پنجابی

تاجر کتب نمبر ۱۴ امین بازار گوالمنڈی لاہور

سبب تالیف کتاب

سیّدنا حضرت احمد موعودؑ: حضرت احمد موعود علیہ السلام جو قادیان دارالامان ضلع گورداسپور میں ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۵ء میں خاندانِ مغلیہ کے ایک رئیس جناب مرزا غلام مرتضٰی خان کے گھر میں ۱۳فروری کو تولّد ہوئے اور ۱۲۹۰ھ کے قریب بعمر چہل سالگی خدا تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت مشرّف بہ مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ ہوئے- آپ نے مفاسدِ عالم کی اصلاح کے واسطے مبعوث ہوکر موعود مذاہبِ عالم ہونے کا دعویٰ کیا- جن کو قرآن کریم میں شاہد اور احمد کہا گیا- احادیث میں امام مہدی معہُود اور اناجیل اربعہ میں مسیح موعود اور بھاگوت گیتا میں حضرت کرشن اور کتب زردشت میں بہرام اور کتب یہود میں مسیح ثانی کہا گیا ہے- آپ نے سنّتِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے بارہا شاہان ؎۱ زمانہ اور رؤساء ممالک کو اپنے ظہور اور اغراض بعثت سے مطلع کیا، اوران کو دعوتِ الی الاسلام دی- آپ نے ۳۶ سال نہایت کامیابی سے دعوت حقہ کے فرائض کو پورا کیا- اور آخرکار بعد تکمیلِ دعوت بروز منگل سوا دس بجے صبح بمرض اسہال

؎۱ آپ کے موجودہ اور دوسرے خلیفہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس سنت رسول کے مطابق اپنے زمانہ کے چار بادشاہوں کو تبلیغ احمدیت یا حقیقی اسلام کر کے حجّت پوری کردی اور آج ہم قدرت الٰہی کا عجیب کرشمہ اور آپ کی ایمان افروز کرامت دیکھتے ہیں- کہ جب ان میں سے کسی بادشاہ نے آپ کی دعوت حقہ پر کان نہ دھرا اور لاپرواہی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان سب سے اختیارات حکومت چھین لئے- چنانچہ نظام حیدرآباد تو دکن میں معزول ہے- امان اللہ اٹلی میں جلاوطن ہے- پرنس آف ویلز انگلستان میں بحالتِ عزلت ودستبرداری زندگی بسر کررہا ہے- چوتھا لارڈ ارون سابق وائسرائے آف انڈیا ان وسیع اختیارات سے محروم ہے جو وقت دعوت اسے حاصل تھے- (ناشر)

مزمنہ لاہور میں ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بزمانہ حکومت ملک معظم ایڈورڈ ہفتم بادشاہ انگلستان و قیصر ہند وفات پائی اور مرفوع الی اللہ ہوئے۔ آپ کا جسد اطہر بہشتی مقبرہ واقع قادیان میں سپرد خاک ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

جیسا کہ سنّت اللہ ہے۔ علماء وقت نے مخالفت کی۔ تکفیر و تکذیب کا بازار گرم کیا اور ہر قسم کے مظالم آپ کے لئے اور آپ کے خدّام کے لئے جائز اور روا رکھے۔ وہ مسلمان جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمانوں کا امن میں رہنا فرمانِ نبویؐ میں اسلام و ایمان کی علامت قرار دیا گیا تھا۔ جماعت احمدیہ کے مخالف ہو گئے اور ان کے ہاتھوں اور زبانوں سے وہ دکھ اور تکلیف آپ کو اور جماعت احمدیہ کو دی گئی۔ جس کو سن کر یا دیکھ کر ایک حسّاس انسان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے جب حضرت احمد جری اللہ اور آپؑ کے خدّام پر یہ مظالم ہوتے دیکھے تو اس نے ہر مخالف کی مخالفت کے مطابق ان سے الگ الگ گرفت کی۔ اور ہندوستان اور ہندوستان سے باہر ان سے عبرتناک سلوک کیا اور ان کے وجودوں کو اس زمانہ کے واسطے ایک نشان بنا کر چھوڑا۔

اس کتاب میں ہم صرف ان مظالم کا ذکر کریں گے۔ جو مملکتِ افغانستان میں افرادِ جماعت احمدیہ پر ہوئے۔ اور جن کا بدلہ زیادتی کرنے والوں کو اسی دنیا میں مل گیا اور غرض یہ ہے کہ اس سے مومنین کا ایمان ترقی کرے، اور ان کو تحریک اور تحریص ہو کہ وہ اپنے صوبہ کے یا کم از کم اپنے علاقہ

میں ہمچو قسم ظاہر شدہ نشانات کو قید تحریر میں لا کر تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں کچھ زرّیں اوراق کا اضافہ کریں اور عنداللہ ماجور ہوں اور رہتی دنیا تک بعد میں آنے والی احمدی نسلوں کی دعائیں لیتے رہیں۔

یہ کتاب چار ابواب اور ہر باب کئی فصول پر تقسیم شدہ ہے اور ہر باب اور ہر فصل میں جُدا جُدا حالات درج ہیں۔ جیسا کہ تفصیل ذیل سے واضح ہوگا۔

۱۔ تمہید کتاب

۲۔ باب اوّل: زمانہ حکومت امیر عبدالرحمٰن خاں بادشاہ دولتِ خداداد افغانستان۔

فصل اوّل: تخت نشینی امیر عبدالرحمٰن اور اس کو دعوتِ احمدیت ۞

فصل دوم: مسئلہ جہاد اور اسلام۔ حقیقت جہاد اور جہاد کا غلط مفہوم

فصل سوم: تعلیم احمدیت۔

فصل چہارم: ہفتاد و دو (۷۲) ملّت اور احمدیت۔

فصل پنجم: افغانستان میں احمدیت اور شہادت حضرت ملاّ عبدالرحمٰن احمدی شہید

فصل ششم: امیر عبدالرحمٰن کی وفات کس طرح ہوئی۔

۳۔ باب دوم: زمانہ حکومت امیر حبیب اللہ خان بادشاہ افغانستان

فصل اول: تخت نشینی امیر حبیب اللہ خان اور حضرت سید عبداللطیف صاحب احمدی شہید

فصل دوم: حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید کا ارادۂ حج اور سفر قادیان

فصل سوم: حضرت سید عبداللطیف صاحب کی مراجعتِ وطن اور واقعہء شہادت

فصل چہارم: کلام منظوم در شان حضرت شہید مرحوم

فصل پنجم: واقعات بعد از شہادت حضرت شہید مرحوم

فصل ششم: میرزا شیر احمد خان مصنف نجم السعادت کی غلط بیانیوں کا جواب

فصل ہفتم: پاداش ظلم کے بارہ میں حضرت مسیح موعود کی پیش گوئیاں

فصل ہشتم: .... مظالم کا خمیازہ بھگتنا۔

۴ - باب سوم: زمانہ حکومت امیر امان اللہ خان - بادشاہ افغانستان

فصل اول: حکومت امانیہ اور آزادئ مذہب کا اعلان

فصل دوم: بغاوت اقوام منگل اور شہادت حضرت نعمت اللہ خان احمدی شہید

فصل سوم: شہادت حضرت مولانا عبدالحلیم احمدی و قاری نور علی احمدی

فصل چہارم: بعض مخالفین کا ناپاک پروپیگنڈا

فصل پنجم: امیر امان اللہ خان کا سفر یورپ اور اس کے بد نتائج بصورتِ بغاوت

فصل ششم : خروج بچہ سقہ اور فرار امیر امان اللہ خان از افغانستان

فصل ہفتم : حکومت سردار عنایت اللہ خان اور اس کا عزل

فصل ہشتم : خدائے غیور کا مجرموں سے اخذ شدید

۵- باب چہارم : بچہ سقہ کی ہلاکت-

فصل اول : زمانہ حکومت اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ بادشاہ افغانستان

فصل دوم : زمانہ حکومت اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ

فصل سوم : ریاست کابل میں پچاسی ہزار ۸۵۰۰۰ افراد کی ہلاکت

فصل چہارم : ہماری ملاقات

فصل پنجم : افغانستان میں چند اور شہدائے احمدیت-

فصل ششم : گذشتہ واقعات سے درسِ عبرت

تمہید کتاب

خدا تعالیٰ کی سنت مستمرّہ ہے- کہ وہ بنی نوع انسان کی اصلاح کے واسطے ہر زمانہ میں ہر ملک میں، اور ہر قوم میں نبی اور رسول مبعوث کرتا رہا ہے- جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے-(۱) ان من امة الا خلافیھا نذیر (۲) لکل قوم ھاد (۳) لکل جعلنا منکم شرعةً ومنھا جاً (۴) لکل امة الرّسول کوئی قوم ایسی نہیں ہوئی جس میں خدا تعالیٰ کا نذیر نہ ہوا ہو- ہر قوم میں ہادی ہوئے ہیں- اور ہر قوم میں رسول ہوئے ہیں اور ہر قوم کی ہدایت کے واسطے ہم نے شریعت اور منہاج مقرر کیا ہے-

یہ رسل بعض دفعہ شارع یعنی صاحبانِ شریعت جدیدہ تھے- جیسا کہ حضرت نوحؑ ، حضرت موسیٰؑ ، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہم اجمعین اور بعض ان کے اور ان کی شریعت کے تابع رسول تھے- جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ اور تورات کے تابع تھے- اور ہمارے امام سیدنا حضرت احمد قادیانی علیہ السلام سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم کے تابع اور مطیع ہیں- صاحبِ شریعت یا براہ راست رسول نہیں- بلکہ شریعت محمدیہ کے اسی طرح بلکہ اس سے صد ہزار گنا زیادہ تابع ہیں- جتنا کہ ایک عام مومن ہوسکتا ہے- اسی طرح آپ امت محمدیہ کے ایک فرد ہیں اور کوئی نئی امت بنانے والے یا شریعت محمدیہ میں تنسیخ یا تبدیلیٔ احکام کرنے والے رسول نہیں-

جب کبھی کوئی نبی اور رسول آیا اور اس نے قوم کو دعوت دی تو بعض افراد نے قبول کرلیا اور اکثر نے اس کا انکار کر دیا۔ جیسا کہ "**منھم من اٰمن و منھم من کفر**" سے ثابت ہے ملک کے لوگ دو اقسام میں تقسیم ہوتے ہیں۔ مومنین ماننے والوں میں اور منکرین نہ ماننے والوں میں پھر مومنوں میں دو گروہ ہو جاتے ہیں۔

ایک گروہ نہایت مخلص مستعد اور سرگرم مومنان باعمل کا ہوتا ہے۔ جو دنیا اور آخرت میں مَوردِ انعامات کثیرہ ہوتا ہے۔

دوسرا گروہ زبان سے ایمان کا مقر ہوتا ہے۔ مگر بجا آوری اعمال صالح میں ویسا مخلص اور مستعد نہیں ہوتا۔ جیسا کہ گروہ اول کے لوگ ہوتے ہیں۔

پس یہ لوگ حصولِ انعامات میں بھی ان سے کم درجہ پر ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر منکروں میں بھی دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہوتا ہے۔ جو کسی وجہ سے منکر رہ جاتا ہے۔ مگر مکفّر مکذّب اور شریر اور دلآزار اور بدتہذیب نہیں ہوتا۔ صرف اس نبی کا دعویٰ یا اس کی کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو نہ مانا۔ یا کوئی اور امر مانع ایمان ہوا اور دعوتِ حقہ کی قبولیت سے محروم رہ گئے۔ پس ایسے لوگوں سے دنیا میں کوئی گرفت نہیں ہوتی اور قیامت میں باز پرس اور مواخذہ ضرور ہوگا۔ رہا دوسرا گروہِ منکرین پس وہ نہ صرف اس نبی کی دعوت کو ردّ کرتا ہے۔ بلکہ تکفیر اور تکذیب پر کمربستہ ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی حق کے قبول کرنے میں مانع ہوتا ہے اور اس نبی اور اس کی جماعت پر گوناگوں

بہتانات اور مفتریات باندھتا ہے اور اس کے کلام میں تحریف و تصریف کرتا ہے- تا کہ عامۃ الناس بدظن ہو کر کنارہ کش ہوں اور بدزبانی دروغ گوئی اور تمسخر اور استہزاء اور اذیت اور نقصان جان و مال دے رہا ہوتا ہے- لوگوں کو ان کے قتل و غارت پر آمادہ کرتا ہے اور جہاں جیسا بس چلا کر گذرے- انہی کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **یاحسرۃ علی العباد مایاتیھم من رسول الّا کانوا بہٖ یستھزؤن** یعنی اے افسوس ان بندوں پر کہ جب کبھی ان کے پاس کوئی نبی یا رسول آیا تو انہوں نے اس پر ٹھٹھا اڑایا-

قرآن کریم میں اسی وجہ سے حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ اور دوسرے رسل کا ذکر آیا ہے- کہ لوگ ان کے حالات سے عبرت حاصل کریں- کہ دیکھو جن مکذبین رسل نے ان نبیوں اور ان کی جماعتوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا- آخر کار ان کا کیا حشر ہوا- وہی حشر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کو دکھ دینے والوں کا ہوگا- خدا تعالیٰ نے ان کو بارہا کہا- کہ **سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین** یعنی جاؤ اور ذرا اطرافِ عالم میں پھر کر دیکھ لو اور چاروں طرف نظر دوڑاؤ کہ انبیاء سابقین کے خلاف شریر بن کر جو لوگ مکذب بنے- ان کا کیسا عبرت ناک اور دردناک پھل ان کو ملا- اگر تم اس مذموم فعل سے باز نہ آئے تو وہی حشر تمہارا ہونے والا ہے-

ہمارے مخالف علماء حضرت آدم علیہ السلام کے مخالف جس عزازیل کو اپنی عصر کا علّامہ اور بڑا زاھد اور عابد یقین کرتے ہیں- بلکہ اس کو تمام فرشتوں کا استاد یا معلّم الکل کہتے ہیں- آخر حضرت آدم علیہ السلام کے انکار سے ابلیس

اور شیطان کا لقب پایا، اور بارگاہ ایزدی سے راندہ ہوا۔ اور ملعون اور مردود ٹھہرا۔ اور یقینی جہنمی قرار پایا۔ اسی طرح حضرت نوحؑ کے مخالفین طوفانِ آب کی نذر ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شریر مخالف آفات زمینی و آسمانی کے مستوجب ٹھیرے۔ حضرت لوط کے مخالف مکذّب آتش فشاں پہاڑ اور زلزلہ کا طعمہ ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکذّب فرعون معہ آلِ فرعون بحر میں غرقاب ہوا۔ حضرت ہود اور حضرت صالح کے مخالف زلزلہ اور سیلاب سے تباہ ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکفر و مکذب معاند طیطوس رومی کی تلوار کے گھاٹ اترے۔ اور رومیوں کی افواج سے پامال ہوئے۔ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن کفار عرب اصحاب النبی کی تلواروں اور نیزوں کی نوکوں سے حسرت اور یاس کی موت کے گھاٹ اترے۔ صــــــدق اللہ و رسولـہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی باتیں سچی ثابت ہوئیں۔ اور اس کے وعدے پورے ہوئے۔ الحمد اللہ

اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح جب خدا تعالیٰ نے حضرت احمد علیہ السلام کو وحی سے مبعوث فرمایا۔ اور اس نے اعلان کیا۔ کہ میں آنے والا عیسیٰ موعود اور امام مہدی معہود ہوں۔ اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور دوبارہ وہ نہ آئیں گے۔ بلکہ آنے والا اسی امت کا ایک فرد تھا جو میں ہوں۔ میں جمیع فرق اسلامیہ کو اپنے ہاتھ پر جمع کر کے اصحاب النبی کے نقش قدم اور اتباع پر چلانا چاہتا ہوں۔ اور ان منتشر افراد کو ایک امام اور مرکز پر جمع کرتا ہوں۔ میں ان کے واسطے اختلافاتِ باہمی کے واسطے حکم و عدل ہوں۔ غیر الاسلام مذاہب کو دعوت الی الاسلام دوں گا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ میرا

ساتھ دیں-

حضرت احمد نے یہ بھی فرمایا کہ میرا ایمان لا الـہ الا اللہ پر ہے- اور میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین یقین کرتا ہوں- حدیث میں لانبـی بـعدی کا فرمان درست ہے- مجھے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتی اور نبی ہونے کا خطاب فرمایا ہے- اس واسطے کوئی اسرائیلی نبی بالخصوص حضرت عیسیٰؑ ناصری دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے - کیوں کہ وہ خاتم النبیین سے نبی ماسبق ہیں- اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کی آمد کو فرض کیا جاوے- تو وہ نبی ہیں- اور نبی کا امتی ہو جانا ان کے منصب نبوت سے معزول ہونا ہے- اور یہ امر خلاف سنت اللہ ہے- اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے- نیز وہ رسول امت موسویہ کا ہے- اور امتِ محمدیہ کے واسطے اس کا رسول ہونا ثابت نہیں-

البتہ ایک امتی کا بسبب اتباع کاملہ قرآن کریم و حضرت محمد رسول اللہ مقامِ نبوت پر فائز ہونا اور نبی کا خطاب پانا ممتنع نہیں- بلکہ اس امت کے واسطے موجب عزت ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بلند کرتا ہے- پس میں امتی سے نبی بنا- مگر اتباع محمدؐ اور قرآن کریم کر کے اور آپ نے صاف فرمایا- لامعبودلنا الا اللہ و لاشریعة لنا الاالقرآن- و لاشارع لنا الامحمد رسول اللہ

مگر آہ! ان علماء نے اس کی باتوں کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں نہ سوچا اور اپنے ناقص علم قرآن و حدیث پر اس کو پرکھا- اور اس کے

کلمات طیبات کو علماء سابقین کے اجتہادات سے ردّ کیا - اور کورانہ تقلید آباء و سادات کو ترجیح دی - نہ صرف حق کا انکار کیا بلکہ شریر بن کر شرارتوں میں نمایاں حصہ لیا - بعض نے صرف انکار پر اکتفا کیا اور بعض نے قدرے تکذیب بھی کی - مگر شریر بننا پسند نہ کیا - **ولکل درجات مما عملوا** خدا تعالیٰ کا سلوک بھی ہر ایک سے اس کے اعمال کے لحاظ سے ہوتا ہے - اور رہو گا -

خداوند تعالیٰ نے حضرت احمد پر بطور تسلی و تشفی مندرجہ ذیل وحی نازل کی (۱) **کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی** - یعنی خدا تعالیٰ نے یہ بات لکھ دی ہوئی ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب ہوں گے (۲) **کان حقاً علینا نصر المؤمنین** یعنی ہم پر واجب ہے کہ ہم مومنوں کی نصرت اور حمایت کریں (۳) **جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ** یعنی میں تیری متبع جماعت کو تیرے منکر گروہ پر تا قیامت فوقیت بخشوں گا (۴) **انی معین من اراد اعانتک وانی مھین من اراد اھانتکٰ** یعنی میں ان لوگوں کی مدد کروں گا جو تیرے مددگار رہوں گے اور میں ان کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت کے جویاں ہوں گے - (۵) **انا کفیناک المستھزئین** میں تیرے ساتھ استہزاء کرنے والوں کو سزا دینے کے واسطے کافی ہوں (۶) **ذرنی والمکذبین انی مع الرسول اقوم** مجھے اور مکذبوں کو نپٹ لینے دو میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں - (۷) **ویل یومئذللمکذبین** یعنی اس دن تکذیب کرنے والوں کے واسطے ہلاکت کا دن ہوگا - (۸) عبرت بخش سزائیں دی جائیں گی - (۹) اے بسا خانہء دشمن کہ تو ویران کردی یعنی بہت سے دشمنوں کے گھر ویران ہو جائیں گے - (۱۰) **غرق الاعداء کل غرق** یعنی ہم دشمنوں کو تتر بتر کردیں

گے۔ اور تباہ کر دیں گے۔ (۱۱)قطع دابر قوم الذین لایؤمنون یعنی وہ قوم جو ایمان لانے سے روگردان ہے۔ اس کی جڑ کاٹ دوں گا۔ (۱۲)قل یا ایھا الکفار انی من الصادقین فانتظر وا اٰیاتی حتی سنریھم اٰیاتنافی الاٰفاق وفی انفسھم جمعیة قائمة وفتح مبین یعنی کہہ دو کہ اے انکار کرنے والو! میں سچا ہوں۔ پس تم میرے نشانات کا انکار نہ کرو۔ یہاں تک کہ میں ان کو آفاقِ عالم میں اور خود ان کے نفسوں میں عنقریب نشانات دکھاؤں گا۔ یہ ایک قائم رہنے والی جمعیت ہے اور کھلی فتح ہوگی (۱۳)ان الذین یصدون عن سبیل اللّٰہ سینا لھم غضب من ربھم ضرب اللّٰہ اشدمن ضرب الناس انما امرنا اذا اردنا شئیا ان نقول له کن فیکون و یعض الظالم علی یدیه ویطرح بین یدی جزاء السیئة بمثلھا و ترھقھم ذلة مالھم من اللّٰہ من عاصم فاصبرحتی یاتی اللّٰہ بامرہ ان اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون جو خدا کی راہ میں روک ہوتے ہیں۔ عنقریب ان پر ان کے رب کی طرف سے غضب کا نزول ہوگا۔ خدا کی مار لوگوں کی مار سے سخت تر ہوتی ہے ہم جب کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس کو ہو جا کا حکم دیتے ہیں۔ اور وہ ہو جاتا ہے۔ یہ مخصوص ظالم اپنا ہاتھ کاٹے گا۔ اور میرے سامنے ڈالا جائے گا۔ یہ سزا ہے اس بات کی۔ کہ جیسا برا کیا ویسا پھل پایا۔ اس پر ذلت سوار ہوگی۔ خدا تعالیٰ کی گرفت سے اس کو کوئی نہ بچا سکے گا۔ پس تو صبر سے کام لے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اپنا فرمان جاری کر دے۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو متقی ہوں اور محسن ہوں (۱۴)امّا نرینّک بعض الذی نعدھم او نتوفیّنک یعنی بعض پیشگوئیاں تیری زندگی میں پوری ہوں گی۔ اور بعض

تیری وفات کے بعد (۱۵) ساریکم اٰیاتی فلاتستعجلون یعنی میں عنقریب تم کو اپنے نشانات دکھاؤں گا پس تم جلدی مت کرو (۱۶) ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین یعنی اے ہمارے رب تو ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ فرما اور تو فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

خدا تعالیٰ نے جیسا کہ حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کلام کے ذریعہ تسلی اور تشفی دی تھی۔ اسی طرح عملاً اپنے فعل سے مکفرین و مکذبین سے سلوک بھی کیا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی نسل کو بڑھایا جماعت کو بڑھایا اور آپ سے وہی سلوک کیا جو اپنے پاک اور برگزیدہ نبیوں سے کیا تھا۔ اور آپ کے مخالفوں سے وہی سلوک کیا جو حق کے مخالفوں سے ہوتا آیا ہے۔ اور سب سے بُرا انجام ان لوگوں کا ہُوا۔ جن کو حضرت احمد علیہ السلام نے اپنی کتاب انجام آتھم میں صفحہ ۶۹ پر مباہلہ کی دعوت دی تھی۔ اور انہوں نے مباہلہ بھی نہ کیا۔ اور تکفیر و تکذیب سے بھی باز نہ آئے۔ جو شخص اب یا آئندہ بھی یہ خطرناک طرزِ عمل اختیار کرے گا۔ تو وہی خداوند غیور اب بھی موجود ہے اور اس کے قبضہ قدرت میں وہی گرفت اخذ الیم اور عذاب شدید کی موجود ہے۔

چونکہ ہمارا مدعا پنجاب یا ہندوستان یا دوسرے ممالک کے مکفروں اور مکذبوں سے نہیں اور یہ کام ہم ان ملکوں کے لوگوں پر چھوڑتے ہیں۔ کہ وہ اپنے علاقہ کے ایسے لوگوں کے حالات جمع کر کے ترتیب دیں۔ اس واسطے ہم صرف اس وقت افغانستان اور اس کے بعد صوبہ سرحد شمال مغربی کے اندر واقع شدہ نشانات کا تذکرہ کریں گے اور بالخصوص یہ حصہ کتاب مملکت افغانستان سے

متعلق ہے کہ وہاں دعوت احمدیت کس طرح پہنچی - اور وہاں کے مکفر اور مکذب گروہ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے کیسا سلوک کیا - اور ہمارے ملک کے باشندے اکثر حالات افغانستان سے بسبب ہمسایہ ہونے کے خوب واقف ہیں - اس واسطے ان کی دلچسپی بھی انہی واقعات سے زیادہ ہوسکتی ہے -

پیشتر اس کے کہ ہم اصل واقعات پر روشنی ڈالیں - ہم اپنے وطن کے مطالعہ کنندگان سے بطور ایک ہموطن بھائی اور ہمدرد اور خیر خواہ کے مؤدبانہ التماس کرتے ہیں - کہ وہ ذرا خدا کا خوف اور موت کا واقعہ اور میدانِ حشر کی باز پرسی کو سامنے رکھ کر ایک ایک ہوکر یا دو (۲) دو (۲) مل کر عدل اور انصاف کو سامنے رکھ کر خوب سوچیں اور اپنی ضمیر سے دریافت کریں - کہ کیا ممکن نہیں ہو سکتا - کہ واقعی آنے والا اسی امتِ محمدیہ کا ایک فرد ہو - اور ہم میں سے کوئی انسان ہو - اور خدا تعالیٰ نے اس کو شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرّف کیا ہو - اور اس کو مسیح موعود اور امام مہدی معہود قرار دیا ہو اور اس سے اشاعت توحید اور تبلیغ رسالت محمدیہؐ اور تعلیم قرآن مجید کا کام لیا ہو اور ہم کو صحیح معنوں میں مسلمان بنانے آیا ہو - اور وہ موعود یہی حضرت احمد قادیانی ہو - اور دراصل جمیع انبیاء و رسل کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت شدہ ہوں - ہم اور ہمارے علماء اس کی تکذیب اور تکفیر میں غلطی پر ہوں، اور حق اور سچ وہی ہو جو حضرت احمد فرماتے ہیں - اور اگر واقعات اسی طرح ہوں - تو ہماری تکذیب اور تکفیر ہمارے واسطے کیسا خطرناک انجام پیدا کرے گی - ایک تو ہم اس کے وجود کی شناخت سے محروم رہے - جس کا تیرہ سو سال سے انتظار تھا - دوسرا وہ خدمتِ اسلام جو اس نے کرنی تھی - اس سے محروم ہوئے - تیسرا اس کے ماننے کے

انعامات اور برکات سے محروم ہوئے - چوتھا اس کی تکفیر اور تکذیب کا وبال سر پر لیا اور قیامت کے دن خدا تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں شرمندہ اور رسوا ہوں گے - کہ ہم خدا کے فرستادہ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند اور جانشین کی متابعت سے محروم ہوئے - بلکہ اس کی تکفیر اور تکذیب کے مرتکب ہوئے - **اللھم احفظنا من تکفیر و تکذیب للصادقین** -

پس وہ لوگ جو اس وقت بدزبانی، بہتانات اور افتراء اور استہزاء کو پیشہ بنا چکے ہیں - وہ بار دیگر ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور کریں تا کہ وہ خدا کے غضب کی آگ کو اپنے خلاف نہ بھڑکائیں - اور اپنی عاقبت کو محمود بنانے کا فکر کریں - خدا تعالیٰ نے تمام قرآن کریم میں ایک مقام پر بھی ایسا نہ فرمایا - کہ فلاں شہر یا ملک میں ایک نبی اٹھا - اور لوگوں نے اس کی خوب تکذیب کی - اور اس کو طرح طرح کی ایذائیں دیں اور ہم ایسے لوگوں سے خوش ہیں - بلکہ بار بار یہ فرمایا - کہ فلاں ملک یا قوم میں ایک نبی اور رسول کھڑا ہوا - جن لوگوں نے اس کی تکذیب کی، اور اس کی مخالفت کی - ہم نے ان پر زمینی اور آسمانی عذابوں کی بارش برسائی، اور ان کو ہلاک کر دیا - لہٰذا میرے دوست ان امور کو خوب سوچیں - اور خدا تعالیٰ سے توفیق مانگیں - کہ ان کو حق کی شناخت حاصل ہو - اور اپنے آپ کو مجرم بنا کر اپنی ذات پر عذاب کے نزول کا تجربہ نہ کریں - **وما علینا الاالبلاغ و علیہ الحساب**

خدا تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کرو - **ان یک کاذباً فعلیہ کذبہ و ان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم** اگر یہ مدعی کاذب ہوگا تو اپنی

کذب کی سزا پاوے گا۔ اگر صادق ہوا تو خدا کے عذابوں میں سے بعض عذاب تم پر ضرور نازل ہوں گے۔ پس خدا سے ڈرو اور تکذیب مت کرو۔

بابِ اوّل

زمانہ حکومت امیر عبدالرحمٰن خان بادشاہ افغانستان

فصل اول

امیر عبدالرحمٰن خان کی کابل کے تخت پر تخت نشینی اور اس کو

دعوتِ احمدیت: امیر عبدالرحمٰن خان جو امیر محمد افضل خان ابن امیر کبیر امیر دوست محمد خان کے فرزند تھے۔ اور ۱۸۳۰ء میں کابل میں متولّد ہوئے اور پچاس سال کی عمر میں ۳۰ جولائی ۱۸۸۰ء میں افغانستان کے تخت پر تخت نشین ہوئے اور بڑے شان وشوکت سے اور قوت و جبروت سے ایک مضبوط اور باقاعدہ حکومت قائم کر کے آخر کار ۲۲ سال کی حکومت کے بعد اس دارِ فانی سے راہئی ملک عدم ہوئے۔

دعوتِ احمدیت: سیدنا حضرت احمد قادیانی علیہ السلام نے ۱۲۹۰ھ میں مامور من اللہ اور مبعوث ہو کر باتباع سنّتِ محمدیہ بادشاہانِ عالم ورؤساء ریاست کو بھی دعوت سلسلہ حقہ دی اور ان کو باخبر کیا۔ کہ آنے والا موعود آ گیا ہے۔ وہ کلمہ لا الـــہ الا اللہ کو صدق دل سے قبول کریں اور اتباع محمد رسول اللہ ﷺ

شجرۂ نسب امیرانِ افغانستان بارک زائی

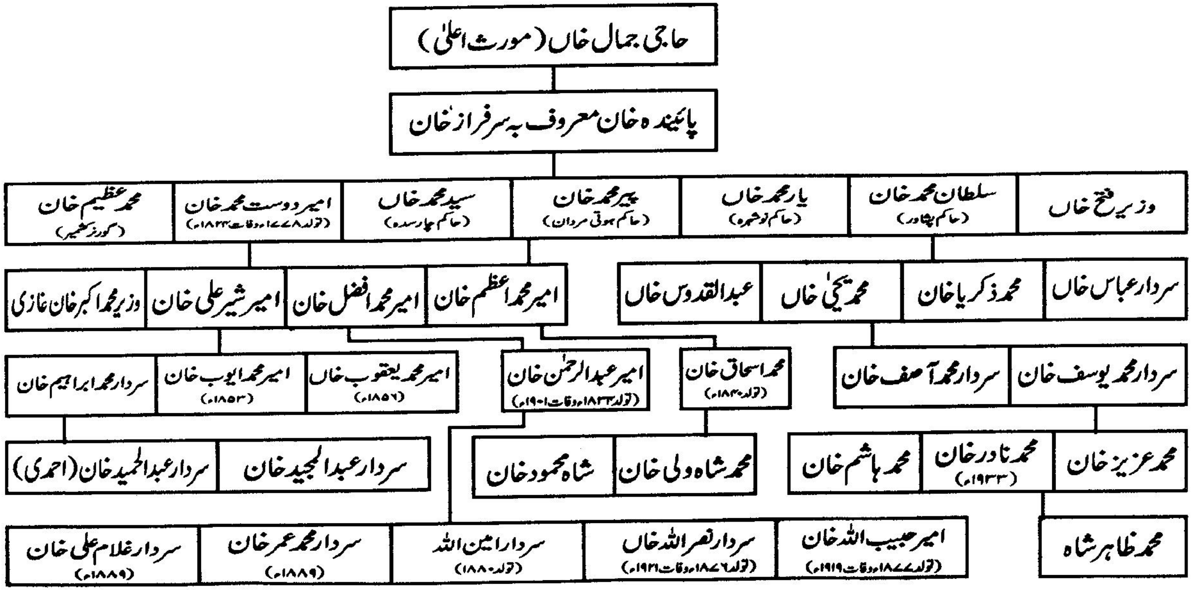

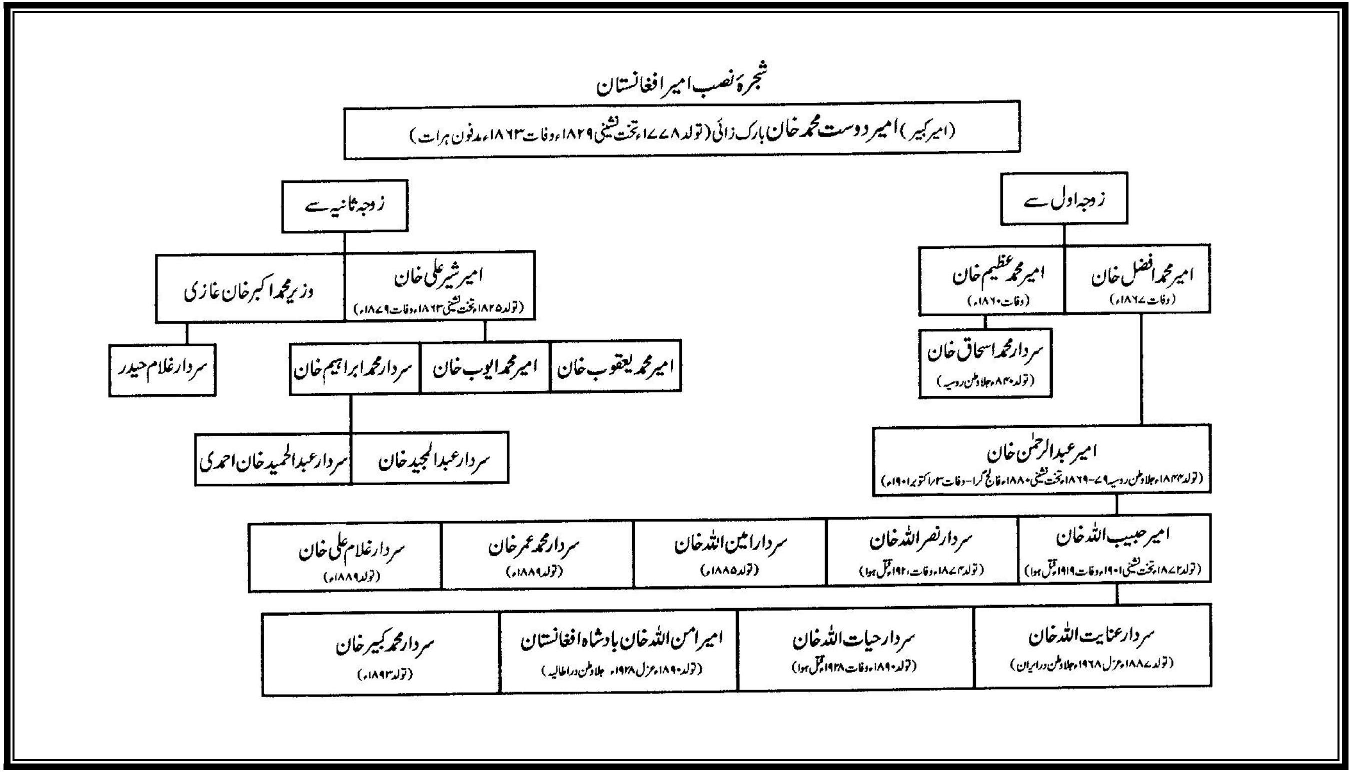
شجرۂ نصب امیر افغانستان
(امیر کبیر) امیر دوست محمد خان بارک زائی (تولد ۱۷۷۸ء تخت نشینی ۱۸۲۹ء وفات ۱۸۶۳ء مدفون ہرات)
زوجہ اول سے
امیر محمد افضل خان (وفات ۱۸۶۷ء)
امیر محمد عظیم خان (وفات ۱۸۷۰ء)
سردار محمد اسحاق خان (تولد ۱۸۴۰ء جلاوطن روسیہ)
امیر عبدالرحمٰن خان (تولد ۱۸۴۴ء جلاوطن روسیہ ۷۹-۱۸۶۹ء تخت نشینی ۱۸۸۰ء فالج گرا۔ وفات ۳ر اکتوبر ۱۹۰۱ء)
امیر حبیب اللہ خان (تولد ۱۸۷۲ء تخت نشینی ۱۹۰۱ء وفات ۱۹۱۹ء قتل ہوا)
سردار نصر اللہ خان (تولد ۱۸۷۴ء وفات ۱۹۲۰ء قتل ہوا)
سردار امین اللہ خان (تولد ۱۸۸۵ء)
سردار محمد عمر خان (تولد ۱۸۸۹ء)
سردار غلام علی خان (تولد ۱۸۸۹ء)
سردار عنایت اللہ خان (تولد ۱۸۸۷ء عزل ۱۹۶۸ء جلاوطن در ایران)
سردار حیات اللہ خان (تولد ۱۸۹۰ء وفات ۱۹۲۸ء قتل ہوا)
امیر امان اللہ خان بادشاہ افغانستان (تولد ۱۸۹۰ء عزل ۱۹۲۸ء جلاوطن در اطالیہ)
سردار محمد کبیر خان (تولد ۱۸۹۳ء)
زوجہ ثانیہ سے
امیر شیر علی خان (تولد ۱۸۲۵ء تخت نشینی ۱۸۶۳ء وفات ۱۸۷۹ء)
وزیر محمد اکبر خان غازی
سردار غلام حیدر
امیر محمد یعقوب خان
امیر محمد ایوب خان
سردار محمد ابراہیم خان
سردار عبدالمجید خان
سردار عبدالحمید خان احمدی

اختیار کریں- اور قرآن کتاب اللہ پر ایمان لائیں- اور اس کی تعلیم اور تعمیل پر عامل ہوں- اور اشاعت اسلام اور تبلیغ دینِ حق میں اس کے معاون اور مدد ہوں-

کہتے ہیں کہ امیر عبدالرحمٰن کو جس وقت یہ دعوت پہنچی- تو اس نے سن کر فرمایا ''مارا عمر باید نہ عیسیٰ، عیسیٰ در زمانِ خود چہ کردہ بود کہ بارِ دیگر آمدہ خواہد کرد'' یعنی ہم کو حضرت عمر فاروقؓ کی ضرورت ہے حضرت عیسیٰ ناصری کی ضرورت نہیں- حضرت عیسیٰ نے بعثت اولیٰ میں کیا کامیابی حاصل کی تھی کہ اب دوبارہ آ کر حاصل کریں گے-''

ہم کو تو ہرگز یہ یقین نہیں آتا- کہ امیر عبدالرحمٰن خان نے مسلمان کہلا کر ایسا گستاخانہ فقرہ ایک اولوالعزم نبی کے حق میں کہا ہو- جس سے نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت اولیٰ پر حملہ ظاہر ہے- بلکہ اس سے ان کی بعثت ثانیہ کی عدم ضرورت ثابت ہوتی ہے- حالانکہ نزول وظہور عیسیٰ موعود کی خبر قرآن کریم میں خود خدا تعالیٰ نے دی ہے- اور احادیث صحیحہ میں خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے- اور اگر اس فقرہ کی یہ تاویل کی جائے- کہ چونکہ حضرت عیسیٰ ناصری ایک جمالی نبی تھا- اور اس کی تعلیم صلح اور آشتی اور امن اور اخلاق پر مبنی ہے اور حضرت عمر فاروقؓ نے کفّار اسلام کے مقابلہ میں شمشیر سے کام لے کر جہاد کیا تھا- اس واسطے یہ زمانہ تبلیغ اسلام کے واسطے جہاد بالسیف کو چاہتا ہے- اور تبلیغ بالقرآن والبُرہان کی ضرورت نہیں- تو اس طرح گویا امیر موصوف نے پادریوں اور مخالفین اسلام کی تصدیق اور تائید کی کہ اسلام کی اشاعت واقعی بزورِ شمشیر ہوئی ہے- اور وہ اپنی قوتِ روحانیہ اور

براہین قاہرہ کے زور سے قلوب اقوامِ عالم کو مسخر نہ کر سکا۔

فصل دوم

مسئلہ جہاد اور احمدیت

حقیقتِ جہاد: حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر مذہب اسلام اپنی اشاعت اور تبلیغ کے واسطے ممنونِ احسانِ شمشیر آبدار ہوتا۔ تو آغازِ اسلام میں جو لوگ مکہ معظّمہ میں داخلِ اسلام ہوئے ان کو کس تلوار سے سیّدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کیا تھا۔ اور سیزدہ سالہ مکی زندگی میں آپؐ نے کیوں تیغ و سنان سے کام نہ لیا۔ تلوار تو مدنی زندگی میں اٹھائی گئی اور وہ بھی اس وقت جب کہ مکہ والوں نے نہ صرف مسلمانوں کو مکہ معظّمہ سے ہجرت پر مجبور کیا بلکہ ان کی جائدادوں اور ازواج پر قبضہ کر لیا بلکہ ان کو بیک بینی و دوگوش مدینہ منوّرہ اور حبشہ اور کنارِ بحرِ احمر کی ہجرت پر مجبور کیا اور بہتوں کو تہِ تیغ کیا۔ آخر کار ان کا پیچھا کر کے ان کو مدینہ منورہ میں نیست و نابود کرنے کے شوق اور ارادہ سے مکہ معظّمہ سے روانہ ہوئے۔ تو بحالتِ صد مجبوری اور بغرض حفاظتِ جان و مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے اسی (۸۰) میل باہر نکل کر مقامِ بدر پر دفاعی مقابلہ کیا۔

اور اس کے بعد بھی جس قدر جنگ ہوئے زمانہ نبویؐ یا خلفائے اسلام کے زمانہ میں وہ اکثر دفاعی تھے۔ تاہم تبلیغ اسلام تو صرف قوت روحانیہ اور

براہین قرآنیہ سے ہوتی رہی- اور یہ مقدس کام بھی بادشاہوں نے نہیں بلکہ اولیاء اللہ روحانی لوگوں نے کیا ہے- اگر مسلمان بادشاہ جبرو اکراہ سے کام لیتے تو کیا ہندوستان اور مصروشام میں دوسرے مذاہب کا وجود باقی رہتا؟ ہرگز نہیں-

تبلیغِ اسلام: قران کریم نے تبلیغ مذہب کے بارے میں صاف کہا ہے کہ **ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة** یعنی دعوت الی الاسلام صرف دلائل حکمت اور مواعظہ حسنہ کے ذریعہ ہوا کرے- اورتلوار یا جبر کے بارہ میں فرمایا کہ **لا اکراہ فی الدین** کہ دین کے بارہ میں کسی شخص کو جبراور اکراہ سے مجبور نہ کیا جائے- بلکہ **لکم دینکم ولی دین** پر عامل ہوں- یعنی مومن اپنے مذہب پر عمل کریں- اور کافر اپنے مذہب پر- کوئی کسی کو جبر سے مجبور نہ کرے-

رہا سیاسی مخالف اور حملہ آور اعداء سے معاملہ- سواس کے بارہ میں بھی صاف فرمایا کہ **قاتلوا الذین یقاتلو نکم** یعنی تلوار کا جنگ ان سے کرو جو تمہارے خلاف تلوار سے حملہ آور ہوتے ہیں- **ولاتعتدوا** اورتم کسی پر جبراور زیادتی مت کرو- **جزاء سیئة سیئة مثلها** برائی کی سزا اسی قدر ہے جس قدر کہ برائی ہے اس سے زیادہ نہیں کیونکہ مذہب شمشیر کا محتاج نہیں- البتہ جان و مال کی حفاظت یا ملکی حفاظت کے واسطے بطور دفاع تلوار سے کام لینا لابدّی اور ضروری ہے-

اختلافِ مذہب کی بنا پر کسی کو قتل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں- بلکہ بے

گناہ کو قتل کرنا اسلام میں جرم عظیم ہے۔ ہاں اگر کوئی فرد یا بادشاہ ایسے فعل کا مرتکب ہو۔ تو اس کے شخصی فعل کا اسلام ذمہ دار نہیں۔ اور نہ بادشاہوں کی ملک گیری کی جنگوں کو مذہبی جہاد سے کوئی تعلق ہے۔ اگر کوئی قوم یا بادشاہ اس قسم کی غلطی کا مرتکب ہو۔ تو وہ مذہبِ اسلام کے واسطے باعث ننگ و عار ہے۔

جہاد کا غلط مفہوم: بے شک عیسائی پادریوں اور آریوں کی سعی سے ایک طبقہ مسلمانانِ ہند[1] اس باطل عقیدہ میں مبتلا ہو گیا ہے۔ کہ آنے والا امام مہدی معہود اور عیسیٰ موعود کفارِ اسلام سے جہاد بالسیف کرے گا۔ اور اس غلط فہمی کی اشاعت میں اہلحدیث کے علماء بالخصوص نواب صدیق الحسن صاحب بھوپالوی کی تالیفات نے بڑی مدد دی ہے اور احناف جو سرحد افغانستان پر بستے ہیں۔ اکثر ہندوستان کے مکتبوں دیوبند، دہلی وغیرہ سے یہ غلط خیالات لے کر اپنے اوطان کو جاتے ہیں۔ اور اس غلط مسئلہ کو شہرت دیتے رہے ہیں۔

حضرت احمد مسیح موعود علیہ السلام نے اس غلطی کی بھی اصلاح کی ہے۔ اور عمدہ دلائل اور براہین سے کی ہے۔ اور فرمایا کہ ہر مسلمان کے واسطے مقدم جہاد بالقرآن اور جہاد بالعلم والقلم ہے۔ اور یہی از روئے قرآن کریم جہاد کبیر ہے۔ جو تقریر اور تحریر کے ذریعہ سے ہو۔

لیکن اگر کوئی دشمن دینِ اسلام قوم یا فرد مسلمانوں کے جان و مال و

---

[1] حضرت سید احمد بریلوی نے ۱۸۳۰ء میں ہندوستان سے آ کر سرحد میں سکھ قوم کے خلاف جہاد کا تہیّہ کیا کیونکہ سکھ حکومت نے مسلمانوں سے مذہبی آزادی چھین لی تھی۔ مگر انگریزوں کے خلاف جہاد بالسیف کو جائز نہ جانا۔ کیونکہ انہوں نے مذہبی آزادی برقرار رکھی تھی۔ مگر اہلِ حدیث اور بعض ناواقف اہل سرحد اس خطرناک غلطی کے مرتکب ہوتے رہے اور نتیجہ ہمیشہ مسلمانوں کے حق میں مضر نکلتا رہا۔

ملک پر دستِ تطاول دراز کرے اور اس وجہ سے حملہ آور ہو کہ اس کو مذہبی جنگ قرار دے- اور مسلمانوں کو شریعت قرآنیہ کی اتباع اور تبلیغ سے روکے اور ارتداد پر مجبور کرے- تو بغرضِ حفظِ جان و املاک وحکومت و مذہب بیشک مسلمان جہاد بالسیف کر سکتے ہیں- اور کون بے وقوف ہوگا جو ظالم حملہ آور کے مقابلہ میں مظلوم مسلمانوں کا حق دفاع تسلیم نہ کرے گا اور ان کے قتل و غارت اور عزت وآبرو اور ملک و مذہب کے ضائع ہو جانے کا مشورہ دے گا اور اس پر رضا مند ہوگا:-

حضرت احمد صاحب نے جس قِسم جہاد کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے وہ غلط مفہومِ جہاد ہے کہ جس میں صرف اختلاف مذہب کے سبب سے غیر مسلم کا قتل اور غارت جائز قرار دیا جاتا ہے- جیسا کہ ۱۸۹۲ء کے بعد ۱۹۰۲ء تک سرحد پر ملّا لوگوں نے جائز کر رکھا تھا کہ جہاں کسی انگریز مرد یا عورت کے خلاف موقع ملا- تو اس کو بے گناہ قتل کر دیا- یہ سب ان بعض متشدّد لایعقل مسجد نشین ملاّؤں کے خیالات ہیں- قرآن کریم نے اس قسم کے کسی جہاد کی تعلیم نہیں دی- اس کے ذمہ دار یہی بے عقل لوگ ہیں- اور وہ امام مہدی معہود کو بھی اسی قسم کے جہاد کا عامل مانتے ہیں اور اسی کے انتظار میں ہیں- چونکہ حضرت احمد علیہ السلام نے ان کے اس لغو فعل کو ردّ کیا، اور اس کو حرام جہاد کہا اس واسطے وہ ناراض ہو گئے- اور لوگوں میں شہرت دی- کہ جماعتِ احمدیہ منکرِ جہاد ہے-

ہم بے شک اس جہاد کے منکر ہیں جس کا ثبوت قرآن کریم میں نہیں ملتا- اور قرآن کریم کے فرمودہ ہر دو اقسام جہاد کے قائل ہیں- اور خود جہادِ کبیر یا جہاد بالقرآن پر عاملِ ہیں- ہم محض اختلافِ مذہب اور عقیدہ کی بناہ پر کسی کی

جان و مال پر حملہ کرنا اوران کے قتل و غارت کو حرام جانتے ہیں- جو خدا کے بندوں کا خونِ ناحق کرے گا- وہ قیامت کے دن اس کا ذمہ دار ہوگا- مذہب اسلام تو اپنے معنوی لحاظ سے صلح امن اور آشتی پھیلانے آیا ہے- اور ہر مسلمان اپنے نام کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کا فرمانبردار مخلوقِ خدا سے صلح اور امن سے زندگی بسر کرنے والا ہونا چاہیئے اگر مذہبِ اسلام اس ظلم و تعدّی کی تعلیم دیتا- تو ممالکِ اسلامیہ میں آج یہود نصاریٰ اور پارسی یا کوئی اور مذہب کا پَیر و نظر نہ آتا اور نہ صرف مبلغ تین روپے سالانہ کے مساوی رقم کے عوض میں غیر مسلم کو اپنی سلطنت میں آزاد رہنے دیتا- اور نہ اس کے جان و مال و مذہب کی پابندی کی ذمہ داری لیتا-

فصلِ سوم

تعلیمِ احمدیت

حضرت احمد قادیانی علیہ السلام نے اپنے عقائد اور تعلیمات اپنی ایک سو(۱۰۰) کے قریب کتب میں مدلّل اور مفصل لکھی ہیں- جو عربی اردو اور فارسی میں مرقوم ہیں- اور جماعت احمدیہ باتباع ان تعلیمات کے بآوازِ دہل اعلان کرتی ہے-

<u>ہمارا عقیدہ:</u>

(۱) اٰمنا باللہ وحدہ، لا شریک لہ، لم یلد و لم یو لد ولم یکن لہ

کفوا احد– لیس کمثلہٖ شئی وله الاسماء الحُسنیٰ–
ولامعبود لنا الا اللہ–

(۲) ونؤمن بالملٰئکة انهم عباد مکرمون– لایعصون امر اللہ
ویفعلون مایؤمرون–

(۳) ونؤمن بما اوتی النبیون من ربهم و بکتاب اللہ القراٰن لانزید
فیه ولا ننقص منه مثقال ذرة– الخیر کله فی القراٰن وهو
مقدم علی کلی شئی ولا شریعة لنا الاالقراٰن–

(۴) ونؤمن بسائر الانبیاء والرسل ولانفرق بین احد منهم ونشهد
ان محمداً عبده ورسوله وهو خاتم النبیین– لا نبی بعدہٗ الا
الذی ربّی من فیضہٖ واظهرہٗ وعده وهوالذی قال اللہ فی حقہٖ
یتلوه شاهد منه اسمه احمد– وقال الرسول فی شانه ینزل
ابن مریم فیکم وامامکم وسماه بعیسیٰ نبی اللہ– لا مهدی
الاعیسیٰ ولیس بینی و بینه نبی وهو فرد من افراد امتہٖ–

(۵) ونحل ما احل اللہ ورسوله ونحرم ماحرم اللہ و رسولہٗ–

(۶) نصلی خمس صلوٰة بالجماعة ونستقبل القبلة وهی الکعبة
فی بطن بکّة المبارکة و نصوم صیام شهر رمضان ونوتی
الزکوٰة ونحج البیت ان کان لنا استطاع الیه سبیلا–

(۷) ونؤمن بالبعث بعد الموت و نحن له مسلمون–

۱– ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ واحد ہے– اس کا کوئی شریک

نہیں- نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ اس کا کوئی باپ ہے اور نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے نہ اس کا کوئی مثیل ہے- اس کے واسطے پاک صفات ہیں اور ہمارا کوئی معبود نہیں- سوائے اللہ تعالیٰ کے-

۲- ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ملائکہ خدا تعالیٰ کی قابلِ عزت مخلوق ہیں اور خدا کے حکم کے نافرمان نہیں- بلکہ وہ وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے-

۳- ہم ایمان رکھتے ہیں ان تمام وحیوں پر جو خدا تعالیٰ کے نبیوں کو ان کے رب سے ملی ہیں- اور اس کی کتاب قرآن پر بھی- نہ ہم اس میں سے کسی چیز کو زیادہ کرتے ہیں نہ کم- خواہ ایک ذرہ بھر ہو- تمام خوبیاں قرآن میں ہیں اور وہ تمام چیزوں پر مقدم ہے- اور ہماری شریعت صرف قرآن کریم ہے-

۴- ہم ایمان رکھتے ہیں- کہ جمیع انبیاء ورسل صادق تھے- ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہیں کرتے -

ہم **شہادت** دیتے ہیں- کہ حضرت محمدؐ خدا کا بندہ اور رسول تھا- اور وہ خاتم النبیین ہے- اس کے بعد کوئی مدعی نبوت سچا نہیں سوائے اس کے جو فیض محمدی سے فیض یاب ہوا اور اس کے وعدہ کے بموجب ظاہر ہوا ہو- اور وہی شخص ہوسکتا ہے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے- کہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک شاہد من اللہ ظاہر ہوگا - جو اس میں سے ہوگا - اور اس کا نام احمد ہوگا - اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا- کہ تم میں ایک ابن مریم ظہور کرے

گا- جو تمہارا امام ہوگا- اور تم مسلمانوں میں سے ہوگا- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا نام عیسیٰ نبی اللہ رکھا ہے اور کوئی جدا امام مہدی معہود نہ ہوگا- سوائے عیسےٰ موعود کے- اور اس کے اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی زمانہ میں کوئی ولی اللہ مجدد یا محدث نبی نہ کہلائے گا- وہ اسی امت کے افراد میں سے ایک فرد ہوگا-

۵- ہم حلال جانتے ہیں ان تمام چیزوں کو جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حلال ٹھہرایا- اور حرام جانتے ہیں- جس کو انہوں نے حرام فرمایا-

۶- ہم پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور منہ قبلہ کی طرف کرتے ہیں اور وہ کعبۃ اللہ ہے جو مکہ معظّمہ میں ہے- اور ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں- اور زکوٰۃ دیتے ہیں- اور حج بیت اللہ ادا کرتے ہیں- اگر ہم کو اس کی طرف جانے کی استطاعت میسر ہو-

۷- ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاتے ہیں اور ہم خداوند تعالیٰ کے فرمانبردار اور مسلمان ہیں-

یہ ہمارے عقائد اور تعلیمات ہیں- جو ان کے خلاف ہمارے حق میں کہتا ہے- وہ ہم پر افتراء کرتا ہے- اور اپنے کذب و بہتان کے واسطے خدا کے نزدیک جواب دہ ہوگا-

فصل چہارم

ہفتاد و دو (۷۲) ملّت اور احمدیّت

آج بے شک پیروانِ اسلام ہفتاد و دو ملت میں تقسیم شدہ ہیں اور ہر فرقہ باقی فِرق کو کافر اور خارج از اسلام کہتا ہے- گویا عملاً تمام اپنے منہ کے فتوؤں سے اسلام سے خارج ہو چکے ہیں- اور ہر ایک فرقہ کے خلاف اکثر فِرق کے فتاویٰ تکفیر کے موجود ہیں-

ہم جماعت احمدیہ کے افراد علیٰ قدم الصحابتہ النبی ہیں- اور تفریق بین المسلمین کے مخالف ہیں- کیونکہ اس مصیبت نے مذہب اسلام کی شوکت کو تباہ کر دیا ہے-

اور ہم اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں- کہ ایک گروہ قرآن کریم کو کامل اور اکمل یقین نہیں کرتا- اور اس کو دست بُرد صحابہ سے خالی نہیں جانتا- یا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنّورینؓ کو خلفاء برحق نہیں جانتا- اور ان کو اور حضرات ازواج النبیؐ میں سے حضرت عائشہؓ صدیقہ اور حضرت حفصہؓ کو کافرین اور فاسقین کہتے ہیں- اور ان کی نفیٔ ایمان کرتے ہیں- یا ان کی خلافتِ برحق ماننے والوں کو ناصبی اور جہنمی کہتے ہیں-

ہم ان لوگوں کے خیالات کو بھی نفرت سے دیکھتے ہیں- جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ یا حضرت امام محمد شافعیؒ یا حضرت امام مالکؒ یا حضرت احمد بن حنبلؒ کو بدعتی اور مفتری کہتے ہیں- اور ان کی مساعی جمیلہ کو قدر اور عزّت سے

نہیں دیکھتے بلکہ ان کی ہتک کرتے ہیں، اوران کو حدیث **کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار** کا مصداق ٹھہراتے ہیں- اوراہل سنت کو مشرکین کا گروہ کہتے ہیں-

الغرض مسلمانوں کا ہر گروہ دوسرے کی دل آزاری کو ثواب جانتا ہے- اوراس طرح تخریبِ اسلام کے درپے ہے- ان لوگوں نے اسلام سے وہ دشمنی کی جو کفار بھی نہ کرسکے اورحدیث نبوی **ستفرق امتی علی ثلاث وسبعین فرقة کلهم فی النار الا واحدة- قالوا ماهی قال ما انا علیه واصحابی** کو اپنے اندر پورا کیا- یعنی جس وقت میری امت قریب میں ۷۳ فرقے ہو جائے گی- تو ۷۲ فرقے تو اہل النار ہوں گے- اورصرف ایک فرقہ محفوظ رہے گا- جو میرے اورمیرے اصحاب کے نقش قدم پر چلے گا-

فرقہ واحدہ ناجیہ کی شناخت: قرآن کریم نے دو (۲) گروہوں کی خبر دی ہے- ایک اصحابِ محمدؐ کی اورایک اصحابِ احمدؑ کی- اول الذکر کا نام اولین اورامیّین رکھا ہے اور دوسرے گروہ کا نام آخرین رکھا گیا ہے- چنانچہ ایک جگہ یوں خبر دی ہے- **هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم...... وآخرین منهم لما یلحقوابهم** (سورہ الجمعہ) دوسری جگہ فرمایا ہے کہ **ثلة من الاولین و ثلة من الآخرین** پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی احادیث میں فرمایا ہے- **کیف تهلک امة انا اولها والمسیح ابن مریم فی آخرها** یعنی میری امت کس طرح ہلاک ہوگی- جس کا نجات دہندہ جماعت اولین میں مَیں خود موجود ہوں، اور جماعت آخرین میں المسیح ابنِ مریم ہوگا- پس ثابت ہوا-

کہ آخرین کی جماعت حضرت مسیح موعود کی جماعت ہے۔

چونکہ ایک طرف اس گروہ کی شناخت یوں بتائی گئی ہے کہ **ما انا علیہ واصحابی** یعنی وہ میری سنت پر اور میرے اصحاب[1] کی طرز پر عامل ہوگا۔تو دوسری طرف فرمایا۔کہ **اٰخرین منھم** یعنی وہ آنے والی جماعت اصحاب النبی میں شمار ہوگی۔

پس ۷۲ فرقوں کی باہمی تکفیر و تفیق کے بعد جو گروہ بنا۔وہ خدا کے حکم سے اور ایک نبی اللہ کی اجازت سے تھا۔اور ان کے پیشِ نظر صرف تین امور ہیں۔یعنی خدا، رسول اور کتاب اصحاب النبی کا بھی اصل کام۔

(۱) اشاعت توحید

(۲) تبلیغ رسالت محمدیہؐ اور

(۳) شریعت قرآنیہ تھا۔

اور اصحاب احمد کا کام بھی دراصل اشاعت توحید تبلیغ رسالتِ محمدیہ اور شریعت قرآنیہ ہے۔لہٰذا حضرت احمد جری اللہ کی جماعت ہی علیٰ قدم صحابہ اور

---

[1] جماعت احمدیہ صحابہ کی طرح خالص مواحدانہ عقائد پر قائم ہے۔شرک فی الصفات جو مسلمانوں کے دوسرے فرقوں میں عام ہے۔اس سے محفوظ ہے۔(۲) صحابہ کی طرح نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ احکامِ دین کی پابند ہے (۳) صحابہ کی طرح آپس میں اتفاق و اتحاد رکھتی ہے (۴) صحابہ کی طرح تبلیغ دین ہر ملک میں کر رہی ہے (۵) صحابہ کی طرح رویائے صادقہ الہامات ربانیہ اور کشوف صحیحہ قبولیت دعا کی روحانی نعمتوں سے مشرف ہے (۶) صحابہ کی طرح وقت کے امام کی مصدّق ہے (۷) صحابہ کی طرح تمام قرآنی و نبوی پیشگوئیوں کی مصدّق اور اخبار غیب پر ایمان رکھتی ہے۔ ناشر: حکیم عبداللطیف شاہد

فرقہ واحدہ اور گروہ ناجیہ ہے- باقی ۷۲ فرقے ان بانیوں کی طرف منسوب ہیں- جو خود صاحب وحی اور مامور من اللہ نہ تھے- مگر یہ جماعت ۷۲ کی جامع ہے- یعنی ان کو ایک مرکز اور امام پر جمع کرنے والی ہے-

جس طرح سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جمیع قسم کے کفار ومشرکین- یہود ونصاریٰ اور مجوسی اور لا مذہب متفق ہوکر الکفر ملة واحدة کے مصداق تھے- اسی طرح سیدنا حضرت احمد جری اللہ کے خلاف تمام گروہ اور مذاہب مل کر متفقہ محاذ قائم کر چکے تھے- اور الکفر ملة واحدة کا نمونہ بن گئے-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق جماعت احمدیہ ہی اَلَا وَھِیَ الْجَمَاعَةُ کہلانے کی مستحق ہے- کیونکہ جماعت وہی ہوتی ہے جس کا امام ہو اور امام بھی وہ جو حکم اور الہام الٰہی کے ماتحت کھڑا ہوُا ہو کسی احمدی کو کسی مکفر ومکذب کا میرزائی کہنا بعینہٖ ایسا ہے- جیسا کہ کفارِ عرب ومشرکین اصحاب الرسول کو صابی کہتے تھے-

وہ علماء جن کو سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ آلہ وسلم نے شر من تحت ادیم السمآء قرار دیا تھا- انہوں نے حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت پر فتویٰ کفر دے کر حدیث من قال لاخیہٖ کافراً فقد باء باحد ھما (صحیح مسلم) خود اپنے کفر پر مہر تصدیق ثبت کی- اور مصداقِ کلھم فی النار ہوئے- اور جس عبد البطن نے جب الاّ میرزائی کہا- تو حدیث الاواحدہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ٹھہرایا

تھا۔تو تصدیق فرقہ ءناجیہ کردی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

سرحدات ہند پر جہاد بالسیف: کہتے ہیں حد بندی ہند وافغانستان جو ۱۸۹۴ء میں ہوئی اس سے ناراض ہو کر امیر عبدالرحمٰن خان نے ۱۸۹۵ء میں انگریزوں کے خلاف قبائل کو جنگ و جہاد پر ابھارا۔اور آغاز ۱۹۰۰ء میں۔امیر عبدالرحمٰن خان کے منشاء کے ماتحت ایک رسالہ بنام تقویم الدین درباره تحریکِ جہاد سرحدات ہند پر تقسیم کیا گیا۔جس میں اقوامِ افاغنہ ءسرحد کو جہاد بالسیف پر آمادہ کیا گیا تھا۔ دیکھو انگریزی کتاب بنام افغانستان مصنفہ مسٹر انگس ہملٹن مطبوعہ لندن ۱۹۰۶ء صفحہ ۴۱۵ جس سے آزاد قبائل مشتعل ہو کر بے گناہ انگریزوں پر پشاور اور بنّوں میں بسبب اختلاف مذہب حملہ آور ہوئے۔کئی بے گناہ انگریز مارے گئے۔ اور مارنے والے غازی بنے۔ حالانکہ یہ سب کچھ خلافِ تعلیم قرآن تھا۔ جو کیا گیا۔اور فساد فی الارض تھا۔

فصل پنجم

افغانستان میں احمدیّت اور

شہادتِ حضرت ملاّ عبدالرحمٰن احمدی شہید

افغانستان میں احمدیّت: حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید جو موضع سید گاہ علاقہ خوست سمت جنوبی کے ایک نجیب سیّد اور رئیس اور عالم تھے۔اور حضرت سید علی ہجویری عرف داتا گنج بخش مدفون لاہور کی اولاد سے تھے اور بڑی

جائداد کے مالک اور کثرت سے مریدوں کے پیر تھے- ان کو ملک اور حکومت میں ایک خاص عزت حاصل تھی- چنانچہ جب امیر عبدالرحمٰن خان نے انگریزی گورنمنٹ ہند کے ساتھ تقسیم سرحدات کا معاہدہ ۱۸۹۳ء میں کرلیا تھا- اور سرحد کُرم پر حد بندی ہونی قرار پائی- تو گورنمنٹ ہند کی طرف سے آنریبل سرمارٹیمر ڈیورنڈ اور جناب نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان ساکن ٹوپی ضلع پشاور نمائندہ مقرر ہوئے- اور دولت افغانستان کی طرف سے سردار شرین دل خان [1] گورنر سمت جنوبی اور حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید مقرر ہوئے- امیر عبدالرحمٰن خان نے آپ کے متعلق ایک فرمان میں اپنے قلم سے لکھا ہے- کہ کاش افغانستان میں آپ جیسے ایک دو عالم اور بھی ہوتے اور خوست کے تمام خوانین وکلا اور معتبرین کا آپ کے متعلق اقرار نامہ موجود ہے- کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو ہم پر ہر لحاظ سے فوقیت حاصل ہے- اور انہیں ہم اپنا سرکردہ تسلیم کرتے ہیں- بمقام پارہ چنار کُرم دن کو یہ کمیشن حد بندی کرتے اور وہ حد قائم کی جاتی- جس کو ڈیورنڈ لائن کہتے ہیں- اور رات کو باہم ملاقات بازدید کرتے اور باہم مجالس خورد ونوش اور مضامین متفرقہ پر اظہار خیالات کرتے-

انہی ایام میں پشاور کے ایک سید چن بادشاہ صاحب بھی بطور محرر اس کمیشن میں تھے- کسی وقت بدورانِ گفت گو مختلفہ حضرت احمدؑ جری اللہ کے ظہور و بعثت و دعویٰ کا تذکرہ درمیان آیا اور حضرت سید عبداللطیف صاحب نے نہایت

---

[1] سردار شیریں دل خان پسر سردار خوشدل خان پسر سردار مہردل خان پسر سردار پائندہ خان تھے- یہ قندہار کے سردار کہلاتے تھے-

شوق سے یہ ذکر سنا اور مزید حالات معلوم کرنے کی غرض سے ان کی کوئی تصنیف دیکھنے کی خواہش کی اور سید چن بادشاہ نے آئینہ ءکمالاتِ اسلام یا دافع الوساوس مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بغرض مطالعہ پیش کی اور اس طرح افغانستان کے ایک درخشندہ گوہر کو احمدیت کا پیغام مل گیا- یہ کمیشن ۲۹ مئی۱۸۹۴ءلغایت ۳ دسمبر۱۸۹۴ء اپنا حد بندی کا کام کر کے واپس ہوگیا-

حضرت سید عبد اللطیف صاحب اس کے بعد وقتاً فوقتاً اپنے ہوشیار اور عالم شاگرد مولوی حضرت عبدالرحمٰن صاحب اور حضرت مولوی عبدالجلیل صاحب کو افغانستان سے بغرض حصول معلومات و حالات مزید قادیان بھیجا کرتے اور وہ تازہ حالات سے ان کو مطلع کیا کرتے- اور تالیفات جدیدہ ساتھ لے جایا کرتے- آخری دفعہ حضرت عبدالرحمٰن صاحب دسمبر ۱۹۰۰ء میں قادیان آئے- اور واپسی پر براہ پشاور افغانستان گئے- اور بدوران قیامِ پشاور جناب خواجہ کمال الدین صاحب وکیل پشاور کے بالا خانہ پر بیرون کابلی دروازہ مقیم رہے- اور یہاں سے روانہ وطن ہوئے-

ان دنوں سرحد پر افغان غازی بے گناہ انگریزوں کے قتل وخون ناحق میں مشغول تھے- ان حالات کو دیکھ کر حضرت احمد علیہ السلام نے ایک رسالہ جہاد پر لکھا- اور اس میں حقیقت جہاد پر بحث کی تھی اور اس قسم کے جہاد کو حرام قرار دیا تھا اور انجمن حمایت اسلام لاہور کی مساعی سے ان دنوں علمائے ہند وسرحد نے بھی ایک فتویٰ عربی فارسی اور اردو میں چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں چھپوایا تھا اور کثرت سے سرحد پر تقسیم کیا گیا تھا- جن میں سے کچھ حضرت عبدالرحمٰن صاحب احمدی اپنے ساتھ افغانستان لے گئے تھے اور ان کو

وہاں تقسیم کیا- اورخوست سے فارغ ہوکر کابل گئے- اور وہاں کے علماء کو پیش کیا- اوران سے گفتگو کی- اس امر کو وہاں کے علماء نے امیر عبدالرحمٰن خان کے گوش گذار کیا- اور اس نے حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب احمدی کو اپنے دربار میں بلوایا اور بیان لیا- اور کابل میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی- کہ گویا حضرت احمد اور جماعت احمدیہ ہر قسم کے جہاد کے منکر ہیں- اوران رسائل کو اپنے جہاد بالسیف کے خلاف پایا- امیر عبدالرحمٰن خان نے کچھ عرصہ حضرت مولوی عبدالرحمٰن احمدی کو قید میں رکھا- اور پھر دربار میں بلوایا- اور جب ان کو اپنے جاری کردہ جہاد کے خلاف پایا- تو ان کے قتل کا حکم دے دیا- اوران کے گلے کو گھونٹا گیا- اور دم گھٹ کر شہید ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون یہ واقعہ ۱۹۰۱ء کے آغاز نصف میں ہوا اور یہ پہلا احمدی مظلوم تھا جس کو محض اس بات کے الزام میں قتل کیا گیا کہ یہ غیر اسلامی اور مخالف تعلیمِ قرآن بلا وجہ انگریزوں کو قتل کرنا کیوں جہاد قرار نہیں دیتا-

حضرت احمد مسیح موعود علیہ السلام کو اس سے قبل الہام الٰہی سے اطلاع مل چکی تھی- **شاتان تذبحان** (دیکھو البشریٰ جلد اول صفحہ ۳۵) یعنی دو بکرے مارے جائیں گے- اور حضرت عبدالرحمٰن صاحب بکرے کی طرح نہایت ظلم سے مارے گئے-

فصل ششم

امیرعبدالرحمٰن خان کی وفات

خدا تعالیٰ نے جو بڑا غُیوّر ہے- یہ ظلمِ ناروا پسند نہ کیا- بلکہ اس نے اپنے غضب کو بھڑکایا- اور ۱۰ستمبر۱۹۰۱ء کو امیرعبدالرحمٰن خان پر فالج گرا- جس سے اس کا دایاں پہلو بےکار ہوگیا- ہندوستان اور افغانستان کے حاذق حکیموں اور ماہر ڈاکٹروں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے اور بہتیرا علاج کیا- مگر ڈاکٹر یا حکیم کیا چیز ہیں- جو کسی مغضوب کو خدا کی گرفت سے نجات دلاسکیں- امیر عبدالرحمٰن خان کی حالت ہر روز بد سے بدتر ہوتی چلی گئی- اور طاقتِ نشست و برخاست بھی سلب ہوگئی- آخرکار فرشتہ اجل نے باذنِ خداوندی اس کی روح کو۳ بجے شب بروز جمعرات ۳/اکتوبر۱۹۰۱ء مطابق ۱۹/جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ قبض کرلیا- اور دربارِ خداوندی میں ...... بجرمِ شہادت حضرت ملّا عبدالرحمٰن شہید پیش ہوا- اور اس کا جسدِ عنصری شہر کابل دِہ افغاناں کے بازار شاہی کی بُستان سرائے میں دفن ہوا- جس پر اس وقت ایک عظیم الشان گنبد موجود ہے-

؎ دیدی کہ خونِ ناحقِ پروانہ شمع را چنداں اماں ندارد کہ شب راسحر کند

دیکھو تاریخ افاغنہ حصہ اول صفحہ ۹۹ مؤلفہ شہاب الدین ثاقب مطبوعہ حمیدیہ پریس لاہور اور انگریزی کتاب افغانستان صفحہ ۴۳۳ و ۴۳۴

باب دوم

زمانہ حکومت امیر حبیب اللہ خان بادشاہ افغانستان

فصل اول

تخت نشینی امیر حبیب اللہ خاں اور
حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید

تخت نشینی: امیر حبیب اللہ خاں جو امیر عبدالرحمٰن خان کا بڑا فرزند تھا۔ اور ملکہ گلریز ساکن داخان کے بطن سے بمقام سمرقند ۱۸۷۲ء میں تولد ہوا تھا۔ اور امیر عبدالرحمٰن خان کی طرف سے مقرر شدہ ولی عہد تھا۔ اور اپنے والد کی وفات کے بعد ۳؍اکتوبر ۱۹۰۱ء کو تخت نشین ہوا۔ اس کے استاد حضرت سید عبداللطیف صاحب احمدی شہید نے اس کی رسمِ دستار بندی ادا کی۔ جو ان دنوں کابل میں تھے۔ اور دربارِ کابل کے معتمد علیہ بھی تھے۔ چنانچہ اشد مخالف میرزا شیر احمد اپنی کتاب نجم السعادت میں لکھتا ہے۔ ؎

چو بُود مردِ سخنداں و پرفن و جرار ببارگاہِ امیر جہاں رسید ش کار
ظہور صدق و ارادت نمود مدت چند کہ تا بقرب بساط امیر شد پیوند

یعنی چونکہ حضرت عبداللطیف ایک سخن دان اور صاحب کمال اور جری انسان تھا۔ لہٰذا امیر کابل کے دربار میں اس کو رسوخ حاصل ہو گیا تھا۔ کچھ

عرصہ اس نے اپنی صداقت اور ارادت کا اظہار کیا - جس کی وجہ سے اس کو امیر کابل کے بساط کا قرب حاصل ہوا - گویا حضرت شہید مرحوم کے مقرب بارہ گاہِ امیر ہونا اشد ترین مخالفوں کو بھی مسلمّ تھا -

۶ / اکتوبر ۱۹۰۱ء مطابق ۲۲ / جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ ایک عام دربار شہر کابل میں کیا گیا - اس دربار میں نمائندگانِ ملک اطراف واکناف سے اور امراء وارا کین سلطنت نے امیر حبیب اللہ خان کو اپنا بادشاہ اور حکمران تسلیم کر لیا - اور سردار نصر اللہ خان اس کے برادر خورد کو جو ۱۸۷۴ء میں تولد ہوا تھا - اپنا نائب السلطنت مقرر کر لیا - بوقت تاجپوشی اس کی عمر قریباً تیس سال تھی - اور سردار نصر اللہ خان کی عمر ستائیس سال تھی -

ان دنوں سرحد پشاور پر علاقہ اقوام مہمند میں جناب ملاّ نجم الدین عرف ملاّ صاحب ہڈّہ موضع ہڈّہ میں موجود تھے - اور ملا صاحب جناب اخوند عبدالغفور صاحب سوات عرف اخوند صاحب سوات مدفون سیدوٗ کے مرید تھے - ان کا ایک مدمقابل سجادہ نشین علاقہ خٹک موضوع مانکی تحصیل نوشہرہ میں جناب ملاّ عبدالوہاب عرف ملاّ صاحب مانکی تھے - ہر دو آپس میں ایک پیر اخوند صاحب کے مرید تھے - مگر باہم رقابت اور عداوت پیدا ہو گئی تھی -

ملاّ صاحب مانکی نے حکم دیا تھا کہ استعمال چلم ونسوار حرام ہے - اور نماز میں بوقتِ تشہدّ اشارہ بالسبابہ درست نہیں - اور انگریزوں کا خونِ ناحق گرانا حرام ہے - اور بغیر بادشاہ آزاد قبائل کا جہاد نہیں ہوتا - ملاّ صاحب ہڈہ نے آزاد اقوام کا جنگ جہاد سے موسوم کیا - لڑنے والوں کو غازی کا خطاب

دیا- اشارہ بالسبّابہ کو مریدوں پر لازم کیا- اور چلم اور نسوار کے استعمال کی حرمت کو غلط قرار دیا- اس اختلاف کے سبب سے باہمی عداوت قتل و غارت تک پہنچ گئی اور اختلاف کا اثر بنیر، سوات، باجوڑ، اقوامِ مہمند، آفریدی خٹک، اضلاع پشاور، کوہاٹ اور بنوں میں پھیل گیا اور افغانستان میں بھی اختلاف نے خصوصیت کی شکل اختیار کی-

امیر حبیب اللہ خان کے استاد حضرت عبداللطیف احمدیت سے قبل ملاّ صاحب مانکی کے ہم خیال تھے- بعد میں جب ان پر ملاّ صاحب مانکی کے خیالات کی حقیقت کھل گئی تو آپ نے ان کی تردید شروع کر دی- اور سردار نصر اللہ خان کا تعلق ملاّ صاحب ہڈّہ سے تھا- کیونکہ سردار نصر اللہ خاں جنگ و جہاد کا شائق تھا اور انگریزوں سے نفرت رکھتا تھا- اس واسطے وہ حضرت عبداللطیف صاحب کا بھی مخالف تھا- مگر چونکہ وہ بادشاہ کے استاد تھے- اس واسطے وہ ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتا تھا- مگر انتقام کی تاک میں رہتا-

ملاّ صاحب ہڈّہ ۲۳/دسمبر ۱۹۰۲ء مطابق ۲۳/ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ کو اس دار فانی سے عالمِ جاودانی کو رخصت ہو گئے اور اقوام سرحد میں جنگ و جہاد کا چرچا سست پڑ گیا-

فصل دوم

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شہید کا ارادۂ حج اور سفرِ قادیان

حضرت شہید مرحوم نے جس زمانہ میں کتاب آئینہ کمالات اسلام پڑھی اس کے بعد حضرت ملاّ عبدالرحمٰن شہید اور مولوی عبدالجلیل صاحب اور حضرت ملاّ عبدالستار عرف ملاّ بزرگ کو وقتاً فوقتاً قادیان بحضور حضرت مسیح موعود بھیجتے رہے- تاکہ علم و معرفت میں مزید ترقی ہو تو ان کے مرید افغانِ سمت جنوبی اور غزنی سے قادیان آتے رہے اور داخل بیعت ہوتے رہے اور ان مبائعین کی فہرست اخبار الحکم قادیان میں شائع ہوتی رہتی-

جس وقت امیر حبیب اللہ خان نے زمامِ حکومت سنبھال لی- تو حضرت شہید نے اجازتِ سفرِ حج بیت اللہ طلب کی اور امیر موصوف نے بخوشی اجازت دے دی- اور انعام و اکرام سے رخصت کیا- آپ کابل سے خوست اور وہاں سے اکتوبر ۱۹۰۲ء تک وارد لاہور ہوئے- لاہور میں ان کو معلوم ہوا کہ طاعون کی کثرت نے حجاج پر شرائط کی قیود لگا دی ہیں- اور سلطانِ روم نے گورنمنٹ ہند سے حج ہند کے لئے قرنطیہ کا مطالبہ کیا تھا- جس نے حج کو قریباً محال کر دیا تھا- اس واسطے آپ نے ارادہ حج کو کسی اور وقت پر ملتوی کر کے قادیان دارالامان جانے کا ارادہ کر لیا- اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرفِ ملاقات حاصل کیا- اور ان کی صحبت بابرکت سے مستفید ہوتے رہے- غالباً آپ ہندوستان رجب المرجب ۱۳۲۰ھ کو تشریف لائے تھے اور نصف شوال المکرّم ۱۳۲۰ھ تک قادیان میں رہے-

حضرت صاحبزادہ صاحب کے کمالات اللہ اور اس کے رسول سے عشق و محبت کا کچھ کچھ اندازہ وہ لوگ لگا سکتے ہیں- جن کو ان کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے- آپ کی طہارت پاکیزگی اور صفائی قلب کا یہ کتنا

زبردست ثبوت ہے- کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی اللہ تعالیٰ سے بشارت ملی تھی- چنانچہ آپ کے کئی شاگردوں کا بیان ہے- کہ آپ نے پہلے سے ہمیں بتلایا تھا- کہ اس زمانہ میں مسیح موعود آنے والے ہیں- اس لئے آپ نے اپنے شاگردوں کو پہلے سے احمدیت کے لئے تیار کیا تھا- اور جب آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب پہنچی تو آپ نے فوراً مان کر صدّیقیت کا ایک بڑا نمونہ پیش کیا-

حضرت صاحبزادہ صاحب چونکہ قرآن و حدیث کے پیرو تھے- اور اہل بدعت فرقے آپ کے قرآن وحدیث وعلوم حقانی کے پھیلانے کی وجہ سے سخت مخالف بلکہ جانی دشمن بن گئے تھے- اسی وجہ سے سردار نصر اللہ خان اور دوسرے بدعتی پیر .... صاحبزادہ صاحب کے سخت مخالف تھے- مگر چونکہ آپ کا رسوخ حکومت کے ساتھ نہایت مضبوط تھا اس لئے سردار نصر اللہ خان آپ کو نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہوسکتا تھا- لیکن جس وقت حضرت صاحبزادہ صاحب نے احمدیت کا اعلان افغانستان میں کر دیا- تو سردار نصر اللہ خان کو یہ ایک بڑا بہانہ مل گیا اور آپ کے خلاف مفسدہ پرداز مولویوں میں سخت پراپیگنڈا کیا- حتیٰ کہ امیر حبیب اللہ خان کو بھی مولویوں کے فتوے پر دستخط کرنے پر مجبور کیا-

جب خاکسار راقم ۲۳ / رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۰۲ء جلسہ سالانہ کے موقع پر پہلی دفعہ قادیان پہنچا- تو مہمان خانہ میں جہاں اس وقت جنوب کی طرف پہلا کمرہ ہے- اس میں حضرت شہید مرحوم اور ان کے ساتھی ٹھہرے ہوئے تھے- اور جہاں اب کنواں ہے- وہاں پر صبح چارپائی

پر رُو بہ قبلہ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے رہتے - اور خاکسار کنواں کے پاس پہلے کمرہ میں بطرف شمال مقیم تھا - ہر روز نماز باجماعت میں شامل ہونے کی غرض سے مسجد مبارک میں حاضر ہوتے - اور مسجد مبارک ان دنوں نہایت تنگ تھی اور ہر صف میں چار یا پانچ افراد ہی کھڑے ہو سکتے - حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی امام الصلوٰۃ ایک چھوٹے کمرہ میں علیحدٰہ کھڑے ہوتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس باری کے پاس جو آپ کے گھر میں بجانب شمال ہے نماز ادا کرتے اور حضرت شہید صفِ اول کے جنوبی کونے میں کھڑے ہوتے - بعد از نماز حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں بیٹھے رہتے اور موقعہ بہ موقعہ کچھ فرمایا بھی کرتے - اکثر فارسی میں گفتگو کرتے -

حضرت شہید مرحوم کا قد درمیانہ تھا - بدن موٹا نہ تھا - ریش مبارک بہت گھنی نہ تھی - بال اکثر سیاہ تھے - اور ٹھوڑی پر کچھ کچھ سفید تھے - حالت نہایت گداز تھی - باتیں بآواز بلند کرتے اور اکثر حصہ رات جاگتے رہتے - اور اپنے ساتھیوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہتے - تلاوتِ قرآن کریم کا عشق تھا - ہر وقت حرزِ جان رکھتے - آپ کو تمام علوم مروجہ پر عبور تھا - اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو علومِ روحانی کا ایک خاص ملکہ اور ذہن رسا عطا فرمایا تھا - حق کے مقابلہ میں کسی شخص کی حتیٰ کہ بادشاہ کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے - جب آپ کے مقابلہ میں کوئی عالم کسی مسئلہ میں ملامت ہو جاتا - تو اپنا غلبہ ہرگز نہ جتاتے نیز روایت ہے کہ جب آپ کسی مسئلہ کی تلاش کے لئے کتاب کھولتے تو پہلی ہی دفعہ یا دوسری دفعہ حوالہ مل جاتا -

یکم جنوری ۱۹۰۳ء مطابق یکم شوال المعظم ۱۳۲۰ھ کو عید الفطر کا دن

تھا- اور دہلی میں سابق بادشاہ ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند کی تاجپوشی کا جشن منایا جا رہا تھا- اور لارڈ کرزن بطور نمائندہ ملک معظم کرسی صدارت پر متمکن تھے-

انہی ایام میں مولوی کرم دین صاحب باشندہ بھین ضلع جہلم اور مولوی فقیر محمد صاحب ایڈیٹر سراج الاخبار جہلم اور شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان اور حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی کے مابین اس کتاب کے بارہ میں تنازعہ پیدا ہوگیا- جو پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ کی طرف سے سیف چشتیائی کے نام سے شائع ہوئی تھی- اور مقدمہ جہلم میں چل رہا تھا- جہلم کے مجسٹریٹ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی بطور گواہ بغرض شہادت طلب کیا تھا، اور حضرت اقدس قادیان دارالامان سے مع چند اصحاب ۱۴ر جنوری ۱۹۰۳ء کو روانہ ہوئے اور اپنے ساتھ کتاب مواہب الرحمٰن بزبانِ عربی بھی لے گئے تھے- جو اسی دن شائع ہوئی تھی اور حضرت شہید مرحوم بھی اس سفر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمرکاب تھے- اور چونکہ خاکسار ان دنوں اسلامیہ ہائی سکول پشاور کی جماعت ہفتم میں تعلیم حاصل کر رہا تھا- اور تعطیلات کرسمس و عید الفطر گذر چکی تھیں- لہٰذا اول ہفتہ جنوری میں واپس پشاور آ گیا تھا اور حضرت اقدس کی مشایعیت سے مستفید نہ ہو سکا- آخر کار حضرت اقدس جہلم تشریف لائے- مقدمہ کا بحقِ جماعتِ احمدیہ فیصلہ ہوا اور کامیابی سے واپس قادیان تشریف لے گئے-

اس سفر میں قریباً دس ہزار افراد نے جہلم کے ریلوے سٹیشن پر حضرت مسیح موعودؑ کا استقبال کیا اور تین دنوں میں ایک ہزار افراد نے بیعت کی اور یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا نظارہ قائم ہوگیا- بعض لوگوں نے مخالفت

میں ناخنوں تک زور لگایا مگر خائب وخاسر رہے۔

حضرت شہید مرحوم نے قادیان واپس جا کر وہاں حضرت احمد سے مراجعت وطن کی درخواست کی۔ اور دو چار دنوں کے قیام کے بعد اجازت ملی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت شہید مرحوم کی نہر بٹالہ تک پا پیادہ مشایعت کی۔ بوقت رخصت حضرت شہید نے حضرت مسیح موعودؑ سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ اور بہ چشم گریاں وسینہ بریاں۔ وہاں سے بٹالہ، امرتسر اور کوہاٹ سے ہوتے ہوئے ٹل پہنچے اور ٹل سے سیدگاہ علاقہ خوست میں داخل ہوئے۔

فصل سوئم

حضرت سیّد عبداللطیف کی مراجعتِ وطن اور واقعہء شہادت

حضرت شہید مرحوم نے وطن جا کر چند دن قیام کیا۔ اور پھر ایک قاصد کو چند [1] خطوط دربارہ حالات سفر ہند وحالات حضرت مسیح موعود اور کچھ تبلیغ لکھ کر سردار عبدالقدوس خان [2] شاہ غاسی اور سردار محمد حسین خان [3] کمانڈر انچیف افغانستان کو جو اس وقت شہر کابل کے کوتوال تھے۔ روانہ کابل کئے اور ان سے استدعا کی۔ کہ مناسب موقع پر امیر حبیب اللہ خان کے یہ سب

[1] آپ نے افغانستان جا کر بادشاہ سے لے کر تمام بڑے لوگوں کو تبلیغی خطوط بھیجے۔ [2] سردار عبدالقدوس خان خلف سردار محمد خان طلائی افغانستان کے صدر اعظم ہوئے۔ امیر امان اللہ کے زمانہ بقیدِ حیات تھے۔ [3] سردار محمد حسین قوم صافی کے رئیس تھے اور مستوفی الممالک تھے۔ امیر امان اللہ خان نے اپنے والد کے قتل کے سلسلہ میں اس کو قتل کرایا تھا۔

امور گوش گزار کر دیں۔

کسی طرح سردار نصر اللہ خان کو اس بات کا علم ہوا۔ اور اس نے ان خطوط میں سے جو سردار محمد حسین خان کے نام تھے حاصل کر لئے۔ اور امیر حبیب اللہ خان کو اپنے ڈھب سے آگاہ کیا۔ اور امیر موصوف سے کہا کہ حضرت شہید مرحوم کو کابل بلوایا جاوے۔ تا کہ علماء کابل کے سامنے تحقیق کی جاوے۔ چنانچہ سردار موصوف کی تحریک سے کابل سے فرمان جاری ہوا اور حاکم خوست نے جو بڑا متعصب آدمی تھا۔ آپ کو کچھ مدت خوست میں قید کیا۔ اور پھر پہرہ کے ساتھ پہنچا دیا۔ اور حضرت شہید نے تن تنہا مع ایک آدھ مرید کے سفر کابل کا ارادہ کیا۔ اور گارد کے ساتھ روانہ کابل ہو گئے۔ اور اہل بیت کو صبر و استقامت کی تلقین کر گئے۔

جب کابل پہنچے اور سردار نصر اللہ خان کو اطلاع ہوئی۔ تو اس نے حکم دے دیا۔ کہ ارک شاہی کے ساتھ توقیف خانہ میں نظر بند کر دیا جاوے۔ اور ایسا ہی کیا گیا۔ کھانا آپ کو سردار عبدالقدوس خان اور سردار محمد حسین خان کی طرف سے پہنچایا جاتا۔ امیر کابل نے اپنے حضور میں بلوایا۔ نزاکتِ حالات سے آگاہ کیا اور کہا کہ کیا اچھا ہو۔ کہ آپ مصلحتہً سلسلہ احمدیہ کے ممبر ہونے سے انکار کر دیں۔ اور سرِ دست اس دار و گیر سے نجات حاصل کریں۔ مگر حضرت شہید مرحوم نے جواب دیا۔ کہ جن امور کو میں از روئے قرآن و حدیث درست اور صحیح تسلیم کر چکا ہوں۔ ان کو کس طرح غلط اور جھوٹ کہہ دوں۔ اور جس شخص کی صداقت کو بچشم خود مطالعہ کر چکا ہوں۔ اس کو کس طرح بطالت سے نسبت دوں۔ اس سے تو مرنا اچھا ہے۔ مگر انکار درست نہیں نیز حضرت شہید

نے فرمایا کہ بہتر ہوگا- کہ آپ علماء کابل کو ایک مقام پر جمع کریں- اور میں ان سے تحریری مباحثہ کرلوں- آپ ہر دو فریق کے بیانات دیکھ کر فیصلہ کرلیں- یہ درخواست منظور کی گئی اور ایک خاص دن پر جامع مسجد واقع بازار کتب فروشی شہر کابل کے مدرسہ سلطانیہ کے احاطہ میں علماء سے تحریری مباحثہ قرار پایا- اور مباحثہ کے دن لوگ جوق در جوق مسجد مذکور میں جمع ہوئے اور حضرت شہید کو پا بہ جولاں پولیس کی نگرانی میں وہاں پہنچایا گیا- آپ کے مقابلہ میں کثرت سے علماء تھے- اور ان کے سرکردہ شیخ عبدالرازق خاں رئیس وملّائے حضور امیر اور قاضی عبدالرؤف قندھاری تھے- مباحثہ تحریری ہوا اور اس مباحثہ کا سرپنچ اور منصف ڈاکٹر عبدالغنی پنجابی باشندہ جلال پور جٹاں ضلع گجرات مقرر ہوا-

کابل میں ان دنوں پنجاب کے اہل حدیث میں سے ڈاکٹر عبدالغنی و مولوی نجف علی اور مولوی محمد چراغ تینوں بھائی مختلف عہدوں پر سرفراز تھے اور مقرّبان بارگاہِ امیر تھے- چونکہ وہ حضرت مسیح موعود کے ہم وطن تھے- اس واسطے ان کو خاص بغض تھا- کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوّل المکفرین والمکذبین یہی گروہ تھا- انہوں نے غلط بیانیوں سے امیر حبیب اللہ خان کے خوب کان بھرے-

مدرسہ سلطانیہ میں ہزارہا افراد کا ہجوم تھا- کئی گھنٹوں تک مسلسل مباحثہ رہا- مگر حاضرین کو کوئی علم نہ دیا گیا- مباحثہ حیات و وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صداقت حضرت مسیح موعود پر اور حقیقت جہاد پر تھا- اختتامِ مباحثہ پر علمائے کابل نے باہم مشورہ کیا- کہ ان کاغذاتِ مباحثہ کو مخفی رکھا جائے اور پبلک میں مشہور کردیا جائے- کہ ''صاحبزادہ عبداللطیف ملامت شد'' یعنی

حضرت شہید مرحوم شکست کھا گئے - اور امیر کابل کو صرف اس قدر اطلاع دی جائے کہ ہم حضرت شہید کے دلائل کو نادرست اور غلط پاتے ہیں اور اس پر فتویٰ کفر دیتے ہیں - اگر کاغذاتِ مباحثہ سے پبلک کو اطلاع ہو جائے تو احتمال ہے کہ اور لوگ بھی احمدی ہو جائیں گے -

چند سالوں کا عرصہ ہوتا ہے - کہ جلال آباد کے ایک علاقہ کا ایک مولوی پشاور آیا - اور ڈاکٹر محمد دین صاحب غیر مبائع کی دوکان پر جہانگیر پورہ بازار پشاور میں میرے ساتھ اس نے تبادلہ خیالات کیا - بدورانِ گفتگو اس نے کہا کہ میں خود اس مباحثہ میں موجود تھا - جو حضرت شہید مرحوم اور علماء کابل کے درمیان ہوا - حضرت شہید کے دلائل زیادہ تر قرآن کریم اور سنتِ اللہ اور مبنی بر دلائل عقلیہ تھے - اور علماء کے دلائل تفاسیر اور اقوال سلف سے تھے - اس واسطے وہ ان مضامین زیر بحث میں حضرت شہید پر غالب نہ آ سکے - اور ان کو اس قدر علم بھی نہ تھا - جس قدر حضرت شہید مرحوم کو تھا - خدا تعالیٰ شاہد ہے کہ اس مولوی کے کلام کا یہی مطلب اور مفہوم تھا - یہ اس کے الفاظ نہیں بلکہ اس کے کلام کا خلاصہ ان الفاظ میں ہے -

اس بات کی تصدیق ہمارے محترم دوست خان بہادر رسالدار مغل باز خان صاحب رئیس بغدادہ علاقہ یوسف زئی نے بھی کی - جو اس وقت مدرسہ سلطانیہ میں بہ لباس طالب العلم موجود تھے - وہ بھی حضرت شہید کے تبحر علمی کے قائل ہیں اور وہ فرماتے ہیں - کہ قاضی عبدالرازق بھی اقرار کرتے تھے کہ ہم کو حضرت شہید کی طرح قرآن کریم پر عبور نہیں - اور نہ مباحثات کا تجربہ ہے -

الغرض حضرت شہید کو ایک جلوس کی صورت میں مسجد بازار کتب فروشی سے روانہ کیا اور پا پیادہ چوک پل خشتی سے ہوکر اور بازار ارک شاہی میں سے گذر کر دروازہ نقارخانہ پر جا پہنچے۔ جوارک شاہی کے ساتھ ہے، اور شاہی قلعہ میں داخل ہوکر امیر حبیب اللہ خان کے حضور پیش ہوئے علماء اور عوام کا جم غفیر بھی ساتھ تھا۔ اور سردار نصر اللہ خان بھی خود اس وقت موجود تھا سردار نصر اللہ خان نے دریافت کیا کہ کیا فیصلہ ہوا۔ علماء اور عوام الناس نے شور مچایا کہ ''صاحبزادہ ملامت شد'' بادشاہ نے بار بار حضرت شہید سے کہا کہ مولویوں کا فتویٰ تو کافر ہونے کا ہے اور رجم کرنے کا ہے اگر آپ کوئی صورت توبہ کی پیدا کرلیں۔ تو اس فتویٰ اور گرفت سے نجات ہو سکے گی۔ سردار نصر اللہ خان نے اپنے قلبی بغض اور عناد کے سبب سے علماء کا نوشتہ فتویٰ کفر و رجم لے کر پڑھ سنایا اور خود ہی پبلک کو مخاطب ہوکر کہنے لگا۔ کہ

آپ اطمینان رکھیں۔ امیر صاحب آپ کی مرضی کے خلاف نہ کریں گے اور ضرور علماء کے فتوے پر عمل کریں گے۔ وہ اپنے عملِ اسلام میں آپ سے کم نہیں ہیں۔ اور آپ کے فتوے کی تصدیق اور تائید کریں گے مگر وہ چاہتے ہیں کہ بطور اتمام حجت صاحبزادہ عبداللطیف کو کسی قدر مہلت دے کر توبہ کا موقعہ دیں۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر عبدالغنی اور اس کے بھائیوں [1] نے دل کھول کر

---

[1] مولوی نجف علی۔ ڈاکٹر عبدالغنی اور مولوی چراغ یہ تینوں بھائی اہلحدیث تھے۔ اور جلال پور جٹاں ضلع گجرات کے باشندے تھے۔ امیر حبیب اللہ خان کی حکومت میں کابل میں مختلف عہدوں پر مقرر تھے۔ امیر امان اللہ خان کے زمانہ میں بھی کابل میں رہے۔ لاہور کے منشی الٰہی بخش مولف ''اعصائے موسیٰ'' کے مرید تھے......اور حضرت احمد کے دشمنوں میں سے تھے۔ ایک دفعہ حضرت احمدؑ کو مولوی نجف علی کے زمانہ طالب علمی میں بوقت ملاقات الہام ہوا۔ دس اِز مائی اٰیمی ......سوانہوں نے اپنی دشمنی کا خوب ثبوت دیا۔

احمدیت کی مخالفت کی اور جلتی آگ پر تیل ڈالا-

اس واقعہ کے بارہ میں مرزا شیر احمد خان مولف نجم السعادت لکھتا ہے

روایتے ز کتب یافتہ پس از تحقیق   کہ اوست کافر و در کفر رتبہ اس زندیق

نوشتہ مسئلہ بے اختلاف را با ہم   زدند مہر ببردند پیش شاہ امم

چوں آں مخرب ملت زتوبہ عاری بود

دراں نوشتہ باد حکم سنگساری بودا

یعنی مولویوں کو بڑی تحقیق کے بعد کتابوں میں ایک روایت مل گئی کہ ایسا شخص کافر و زندیق ہے- اور چونکہ یہ قوم کا تباہ کنندہ توبہ کرنے والا نہ تھا- اس واسطے اس نوشتہ کی رُو سے اس کے واسطے سنگ سار کرنے کا حکم موجود تھا-

جیسا کہ معلوم ہے سرزمین افغانستان میں ہمیشہ علماء کے سامنے امرائے کابل بے دست و پا ہوتے تھے- خود امیر عبدالرحمٰن اپنی سوانح حیات میں لکھتا ہے کہ جب میں نے حکومت کابل کو اپنے ہاتھ میں لیا- تو طرف داران امیر ایوّب خان نے علماء سے فتویٰ حاصل کیا- کہ امیر عبدالرحمٰن خان کافر ہے- اور اس کے ایک فوجی کا قتل دس گوروں کے قتل کا ثواب رکھتا ہے- امیر حبیب اللہ خان جب ۱۹۰۷ء میں سیرِ ہند کے لئے آیا- تو اس کی واپسی پر سمت مشرقی کے علما نے فتویٰ دے دیا تھا- کہ امیر کابل کافر اور عیسائی اور مرتد ہو چکا ہے- اور امیر امان اللہ خان کو بھی سیرِ یورپ کے بعد کافر اور عیسائی اور مرتد قرار دے دیا- اور یہی امر اس کے خروج از کابل کا سبب ہوا-

امیر حبیب اللہ خان تازہ تخت کابل پر متمکن ہوا تھا- گھر میں بھی

مخالفت موجود تھی - اور خود سردار نصراللہ خان بھی اپنے امیر ہونے کی فکر میں تھا - اور امیر حبیب اللہ خان کو کسی نہ کسی طرح زک دینا چاہتا تھا - امیر موصوف ایک کمزور طبع انسان تھے - اور اس میں قوتِ مقابلہ کمزور تھی - اس وقت سردار نصراللہ خاں جو نائب السلطنت تھا - مولویوں کا طرف دار تھا - اور حضرت عبداللطیف [1] سے بھی دیرینہ نفار تھا - امیر کابل نے اس وقت علماء اور پبلک کو رخصت کر دیا - اور حضرت عبداللطیف کو توقیف خانہ میں بھیج دیا - جو ارک میں ہی تھا بعدہٗ بار بار طلب کیا اور کہا کہ صاحبزادہ صاحب آپ کسی طرح اس موقع کو ٹال دیں - اور اپنی جان اور عیال پر رحم کریں - مگر حضرت عبداللطیف نے بار بار یہی جواب دیا - کہ ایک بات جو صحیح اور حق ہے - کس طرح ان مولویوں کے کہنے اور موت کے ڈر سے چھوڑ دوں اور اپنی عاقبت کو خراب کر دوں - اور خدا تعالیٰ کو ناراض کروں میں نے تیرہ سو سال کے بعد اس شخص کو پایا - اور قرآن و حدیث کی تائید اور تصدیق سے قبول کیا - میں اس کو صادق اور راستباز مان چکا ہوں - اور اب اس کی تکذیب کروں یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا اور نہ میری ضمیر اجازت دیتی ہے - اگرچہ امیر صاحب نے بار بار کہا - مگر وہ کوہ وقار اولوالعزم انسان ایک انچ اپنے مقام صداقت سے پیچھے نہ

---

[1] سید احمد ابوالحسن خلف حضرت شہید مرحوم فرماتے ہیں کہ آپ کو ارک کے قید خانہ میں بھیج دیا گیا - اور آپ کو اکیلے کمرہ میں رکھ کر آپ پر باہر سے سارے دروازے بند کر دیئے گئے - اور کسی کو آپ سے ملنے کی اجازت نہ تھی - جو سپاہی آپ پر متعین کئے گئے تھے - ان کا بیان تھا کہ ہمیں دن رات آپ کے قرآن شریف کی تلاوت کی آواز آتی رہتی تھی - اور ہم حیران تھے - کہ باوجود ان روکوں اور تکالیف کے حاجات بشری کو کس طرح پورا کرتے ہیں - اور کس چیز پر زندگی بسر کرتے ہیں - وہ تمام سپاہی آپ کی زندگی اور تعلق باللہ کے قائل ہیں اور ان کے دلوں پر آپ کی محبت کا گہرا اثر ہے -

ہٹا۔

ناچار امیر حبیب اللہ خان نے فتویٰ کفر پر دستخط کر دیئے۔ مگر آہ بادشاہ اسلام کہلا کر اس قدر نہ کیا۔ کہ کاغذاتِ مباحثہ طلب کرتا اور خود فریقین کے دلائل مطالعہ کرتا۔ تا کہ اس پر حقیقت کھل جاتی۔ علماء اور سردار نصر اللہ خاں سے دب گیا۔ عدل وانصاف سب کچھ بھول گیا۔

آہ امیر حبیب اللہ خان حضرت شہید کی موت پر نہیں۔ بلکہ اپنی اور اپنے بھائی سردار نصر اللہ خان اور کئی اوروں کی موت کے کاغذ پر دستخط کر چکا نہیں بلکہ نسل امیر محمد افضل خان کی تباہی پر دستخط کر چکا۔ **وجف القلم بما هو كائن** یعنی جو ہونا تھا۔ اس پر قلم نے دستخط کر دیئے اور خشک ہوگئی۔

مسٹر انگس ہملٹن اپنی کتاب افغانستان صفحہ ۳۶۰ پر لکھتا ہے کہ افغانستان کو ایسے بادشاہ کی ضرورت ہے۔ جو مضبوط ہاتھ سے حکومت کر سکے۔ وہ نہ صرف حکمران ہو بلکہ ان کو انسان بنانے والا ہو۔ امیر حبیب اللہ خان کمزور مزاج انسان ہیں۔ ایسا ملک جہاں ملاؤں کا فتویٰ قانونِ ملک ہو۔ امیر حبیب اللہ خان کا ان کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا اور اپنے بھائی سردار نصر اللہ خان کے زیر اثر ہونا۔ اس بات نے عامۃ الناس کی توجہ کو جذب کیا ہوا ہے۔''

جب اس کمزوری طبع نے اس سے فتویٰ تکفیر و رجم پر دستخط کرا دیئے تو سردار نصر اللہ خان نے علماء کو اطلاع دے دی۔ اور انہوں نے ارک شاہی کے آگے جمع ہونا شروع کر دیا۔ اور حضرت عبداللطیف کو پابہ جولاں بھاری زنجیروں میں جکڑا ہوا گلے میں فتویٰ کفر و رجم لٹکایا ہوا۔ وزارت حربیہ کے

سامنے گذار کر اور اس سڑک پر جلوس روانہ ہوا - جو ارک سے بجانب بالا حصار واقع کوہ آسا مائی کی طرف جاتی ہے - اور اس موقع کے بارہ میں میرزا شیر احمد لکھتا ہے کہ۔

چوسا ختند بروںش ز بارگاہِ امیر　　برد ہجوم خلائق شد از صغیر و کبیر

یعنی جب اس کو دربار امیر سے باہر نکالا گیا - تو مخلوقات خورد و کلاں نے اس کے گرد ہجوم کیا -

کوہ آسا مائی کے دامن میں شہر کابل واقع ہے - اس کے شیر دروازہ کے باہر جس کا رخ پشاور کی طرف ہے - آدھ میل کے فاصلہ پر جنوب کی طرف ایک ٹیلہ پر بالا حصار واقع ہے - یہ ایک قلعہ ہے - جہاں امیر شیر علی خان رہا کرتا تھا - اور اس کے بعد وہاں سر لوئس [۱] کیوگزی انگریزی سفیر رہتا تھا - جسے افغانوں نے ۱۸۷۸ء میں قتل کر دیا تھا - انگریزی فوج نے اس قلعہ کی چار دیواری کو خراب کر دیا تھا - اس کے بعد اب تک یہ قلعہ بطور میگزین استعمال ہوتا تھا - مگر اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ نے اس کو دوبارہ مرمت کیا - اور اس کے دامن میں بجانب شمال اونچی سطح پر باغِ عمومی یا پبلک گارڈن بنا دیا - جو بہت خوبصورت ہے اور اس کے پاس مدرسہ حربیہ تعمیر کیا - اسی ٹیلہ کے جنوب کی طرف وہ مشہور اور پرانا قبرستان ہے جس کے اندر کابل کے امراء و رؤساء کی قبریں ہیں اور اسی جگہ ایک مقام پر حضرت شہید کے رجم کئے جانے کے لئے ایک گڑھا بقدر اڑھائی فٹ کھودا گیا - جس میں حضرت شہید مرحوم کو کھڑا کر کے آدھا جسم گاڑا گیا -

---

[۱] افغانان کابل اس کو مناری کہتے ہیں

اس مجمع یا جلوس میں بمقام مقتل سردار نصر اللہ خان نائب السلطنت اور سردار عبدالاحمد خان اِتو ماندان پولیس اور قاضی عبدالرازق ملائے حضور امیر اور قاضی عبدالرؤف قندہاری اور دوسرے ہزارہا لوگ جمع تھے- کہتے ہیں سب سے پہلے پتھر حضرت شہید مرحوم پر سردار نصر اللہ خان نے پھینکا -مگر میرزا شیر احمد مولف نجم السعادت لکھتا ہے-

کسے کہ سنگ نخستین بزد برآں ...... چنیں شدست معیّن کہ عبدالرازق بود
بمردمانِ دگر گفت از رہِ غیرت کہ ہر کہ سنگ زند جائے اوست در جنت
زہر طرف بہ نمود ند سنگ بار انش بداں عذاب برآمد زکالبد جانش
ہلاک گشت باغوائے بدگمانی خویش نیافت جاں ز مسیحائے قادیانی خویش

یعنی جس نے پہلا پتھر چلایا- وہ شخص قاضی عبدالرازق تھا- اور اس نے جوش میں آ کر کہا- کہ جو اس پر پتھر پھینکے گا وہ جنت میں مقام پاوے گا- ہر طرف سے اس پر پتھروں کی بارش برسائی گئی- اور اس تکلیف سے اس نے جان دے دی- اپنے بُرے خیالات نے اس کو ہلاک کر دیا اور اس کو اس کا مسیح قادیانی زندہ نہ کر سکا-

الغرض گاڑے جانے کے بعد جب لوگوں نے حضرت شہید کے گرد حلقہ بنایا- تو آپ نے بلند آواز سے کلمہ شہادت اس طرح ادا کیا- **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدً ا رسول اللہ**

جب پہلا پتھر پیشانی پر لگا- تو آپ نے سر مبارک کو قبلہ رُخ جھکا دیا- اور آیت **انت ولیِّ فی الدنیا و الاخرۃ توفّنی مسلماً و الحقنی بالصالحین**

پڑھی یعنی اے پروردگار تو ہی دنیا و آخرت میں میرا ولی ہے اور تو مجھے مسلمانوں والی موت دے۔ اور اپنے نیک بندوں میں شامل کردے۔

چند منٹوں میں ہی آپ پر تودۂ سنگ کھڑا ہوگیا۔ اور آپ کا جسد اطہر نظروں سے پوشیدہ ہوگیا۔ اور روح مبارک جسد عنصری کی قید سے آزاد ہوکر مرفوع الی اللہ ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہ یومِ شہادت سہ شنبہ ۱۷ ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء اور عصر کا وقت تھا چونکہ آپ پر پتھروں سے بارش کی گئی۔ جس طرح حضرت امام حسین پر تیروں سے اس واسطے آپ کا سن شہادت بھی حسین افغانیاں ۱۳۲۱ھ اور فخرِ امت ۱۳۲۱ھ سے نکلتی ہے۔

فخرِ امت شد خطابش زآنکے با صدق و صفا

سر فدائے حق نمود و شد بجنّت جا گزیں

خدا تعالیٰ نے جن دو بکروں کی شہادت کی خبر وحی شاتان تذبحان میں دی تھی۔ وہ دوسرا شات بھی مظلوم مارا گیا۔ اور خدا تعالیٰ کی بات پوری ہوئی۔ جس طرح شات ایک بے آزار جانور ہے۔ اسی طرح یہ دونوں شہداء داعی امن و صلح اور بے آزار انسان تھے۔ اور محض بجرمِ احمدیت معصوم اور مظلوم مارے گئے ان کی خبر وفات خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان الفاظ میں دی۔ قتل خیبة وزیلاهیبة (البشریٰ جلد دوم صفحہ ۷۸) یعنی وہ مظلوم ایسے حالات میں مارا گیا۔ کہ لوگوں نے اس کی باتوں پر کان نہ دھرا۔ پس اس کی وفات کے سبب سے کابل پر ہیبت طاری ہوئی یعنی سخت

خطرناک طور پر شہر میں ہیضہ پھوٹ پڑا اور دوسرے دن ۱۵ جولائی کو اہل کابل پر عذاب مسلّط کر دیا گیا۔

فصل چہارم

کلام منظوم در شان حضرت شہید مرحوم

اے دریغا بار دیگر کربلا آمد پدید — کربلا شد ملکِ کابل شاہ کابل شد یزید
شد حُسین عبداللطیف و آل او آل عبا! — بے وطن شد اہل بیت ہر دو از جور شدید
ظلم شام ارسخت بُد ایں ظلم کابل سخت تر — شد فراموش آں شنید آنرا کہ ایں ظلمے بدید
آں حسین شد قتل برنا کردن بیعت اگر — ایں حسین شد بروفات حضرت عیسےٰ شہید
گر زہر زخم وجودِ آں حسین خون شد رواں — ایں حسین را قطرہ قطرہ خون زہر زخمش چکید
سیّد مرحوم را گر حلق خنجر پارہ کرد — سیدِ مظلوم را صدسنگِ خارا تن درید
سیّد معصوم را گر تیر آمد بر وجود — سیّدِ مظلوم را سنگریز ہا برتن رسید
سیدِ معصوم بد گر در زمانِ خود امام — سیّد مظلوم بد در عصر خود مردِ فرید
یکطرف بین صبر و استقلال مردانِ خدا — جانبِ دیگر تظلّم جبر از قومِ پلید
شامتِ اعمال شاں باید بیاپے آورد — جنگ و طاعون و وبا بانعرۂ ھل من مزید
گر حواری مسیح شد رجم در انطاکیہ — رجم در کابل نمودند ایں مسیحا را مرید
ایں شہادت میشود مکشوف میخواہی اگر — سورہ یٰسین بخواں محزوں بفرقانِ مجید

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس واقعہ پر ایک کتاب اردو زبان میں لکھی۔ جس کا نام تذکرۃ الشہادتین ہے۔ اور مولوی محمد احسن صاحب امروہوی نے سورہ یٰسین رکوع دوم میں واضرب لھم مثلاً اصحاب

القرية اذجآء ھا المرسلون الخ میں سے واقعہ شہادت کی پیشگوئی نکالی اور اس رسالہ کا نام ’’سر الشہادتین‘‘ رکھا۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بسمل امرت سری احمدی نے تذکرۃ الشہادتین کا فارسی ترجمہ کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واقعہ شہادت کا تذکرہ فارسی نظم میں اس طرح کیا ہے:

آں جواں مرد و حبیب کردگار جوہر خود کرد آخر آشکار
نقد جان از بہر جاناں باختہ دل ازیں فانی سرا پرداختہ
بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم کین بیاباں کرد طے دریک قدم
ایں چنیں باید خدا را بندۂ سر پئے دلدار خود افگندۂ
اوپئے دلدار از خود مردہ بود از پئے تریاق زہرے خوردہ بود
تانہ نوشد زہر ایں جامے کسے کے رہائی یابد از مرگ آں خسے
زیر ایں موت است پنہاں صد حیات زندگی خواہی بخور جامِ حیات
بیں کہ ایں عبداللطیف پاک فرد چوں پئے حق خویشتن برباد کرد
جاں بصدق آں دلستاں را دادہ است تاکنوں در سنگ ہا افتادہ است
ایں بود رسم و رہِ صدق و صفا ایں بود مردانِ حق را انتہا

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بسمل نے فارسی ترجمہ کے آغاز میں ایک فارسی نظم لکھی۔ جس میں اس واقعہ کی طرف اس طرح اشارہ کیا۔

اینکہ آں عبداللطیف پاک زاد کز پئے جانانہ جانِ خود بداد
جاں فدا کرد و حیاتِ تازہ یافت شد مجرّد روح در جنت شتافت

بہر دین در زیر آں رجم شدید ہمچو حواریٔ عیسیٰ شد شہید
بود مردے فارغ از کبر و ریا ہمچو اصحابِ رسولِ باصفا!
زاہد و شب زندہ دار و متقی در رہِ مولیٰ گرامی مہتدی
نونہال گلشنِ فضل و کمال ! آرمیدہ در نہایات الوصال
حق پژدہ و حق پرست و حق نیوش ہمچو مرداں در رہ حق جاں فروش
واعظ و ملاّ و صوفی و فقیہ لیک خونش ریخت یک قوم سفیہ
حیف مردم قدرِ او نشناختند سنگ بروے بے ذریغ انداختند
ایکہ پرّاندی بعجلت سنگ کیں سوئے آں مردے کہ بودہ پاک دیں
گرچہ خستی جسم آں صاحب نظر قدر او ازسنگ نہ شکستی مگر
رتبہ اش درپیش ایزد شد بلند زانکہ بہر حق رسیدش بس گزند
خواندہ در قرآں توفی آں سعید بر وفاتِ ابن مریم شد شہید
ہمچو تو او بندۂ عیسیٰ نبود احمدی بود و چو تو ترسانہ بود

اَیکہ داری از رہ بغض و عناد
بر حیاتِ ابنِ مریم اعتقاد

تابکَے اغوائے شیطانِ خبیث چشم مے پوشی ز آیات و حدیث

خونِ نا حق را چہ میگوئی جواب
چُوں شود پرسش ز تو یوم الحساب

فصل پنجم

حضرت سید عبداللطیف شہید کی شہادت کے بعد واقعات کا ظہور

مسٹر انگس ہملٹن اپنی کتاب افغانستان کے صفحہ ۴۵۰ پر لکھتا ہے کہ

''۱۹۰۳ء میں افغانستان کے شہر کابل اور شمال ومشرقی صوبہ جات میں زور وشور سے ہیضہ پھوٹ پڑا۔ جو اپنی شدت کے سبب سے ۱۸۷۹ء کی وباء ہیضہ سے بدتر تھا۔ سردار نصر اللہ خان کی بیوی اور ایک بیٹا اور خاندان شاہی کے کئی افراد اور ہزار ہا باشندگان کابل اس وباء کے ذریعہ لقمہ اجل ہوئے۔ اور شہر میں افراتفری پڑ گئی۔ کہ ہر شخص کو اپنی جان کا فکر لاحق ہو گیا۔ اور دوسرے کے حالات سے بے فکر اور بے خبر ہو گیا۔''

اس موقعہ پر سید احمد نور صاحب مہاجر خوست وملا میرو صاحب احمدی جو حضرت شہید مرحوم کے شاگرد تھے۔ کابل پہنچے اور وہاں کے احمدیوں کی امداد سے مقتل میں رات کی تاریکی میں پہنچے۔ اور حضرت شہید کے جسد اطہر کو پتھروں کے تودہ سے نکالا۔ اور ایک تابوت میں جو اسی غرض کے لئے بنایا گیا تھا بند کر کے قریب کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ حضرت شہید کا جسد اطہر چالیس دن تک پتھروں کے اندر رہا۔ چند دن ٹھہر کر ملا میرو صاحب نے اس تابوت کو وہاں

سے نکالا - اور خچر پر باندھ کر اطمینانِ قلب سے اپنے وطن خوست بمقام سیّد گاہ لے آئے اور ایک پرانے قبرستان میں ایک نمایاں مقام پر دفن کر دیا -

محمد عجب خان صاحب احمدی ساکن زیدہ ضلع پشاور جن کو حضرت شہید سے بمقام جہلم ملنے کا اتفاق ہوا تھا - اور ان دنوں میرام شاہ وزیرستان میں نائب تحصیلدار تھے جس وقت اس بات کا اُن کو علم ہوا - تو انہوں نے اپنے خرچ سے ان کے روضہ کو پختہ اور خوبصورت بنوا دیا - رفتہ رفتہ ملکِ خوست میں یہ خبر پھیل گئی - اور ان کے کثیر التعداد معتقدان کے روضہ پر بغرض زیارت آنے لگے اور وہ مقام مرجع خلائق بننے لگا - اور زیارت گاہِ خاص و عام ہو گیا -

اس وقت کے حاکم خوست نے اس بات سے سردار نصر اللہ خاں کو اطلاع دی - جونہی اس کو علم ہوا - تو اس کا جوش آتش بغض سے بھڑک اٹھا - اور اس نے شاہ غاصی محمد اکبر خاں [1] حاکم اعلیٰ خوست سمت جنوبی کو حکم بھیجا - کہ فوراً فوج کا ایک دستہ لے کر حضرت شہید کے روضہ پر پہنچو اور راتوں رات وہاں سے تابوت حضرت شہید مرحوم نکال کر کسی غیر معروف مقام میں گمنام و نشان کر دو -

آغاز ۱۹۱۰ء میں شاہ غاصی مذکور نے بہ تعمیل فرمان نائب السلطنت حضرت شہید کے تابوت کو رات کے اندھیرے اور فوج کی حفاظت میں نکال

---

[1] شاہ غاصی محمد اکبر خاں گورنر خوست برادر محمد سرور خاں نائب الحکومت پسر عطا اللہ خان پسر سردار خوشدل خان پسر سردار مہر دل خان خلف سردار پائندہ خان تھا - سردار شیر دل خان اس کا چچا تھا - اکتوبر ۱۹۰۹ء لغایت مارچ ۱۹۱۳ء حاکم سمت جنوبی اور گورنر گردیز و خوست رہا - بغاوت منگل ۱۹۱۵ء کے سبب سے معزول ہو کر زیر حراست کابل کو چالان ہوا اور زیر عتاب رہا -

کر کسی غیر معروف مقام میں دفن کر دیا - یہ زیارت بمقام سید گاہ ستمبر ۱۹۰۳ء لغایت جنوری ۱۹۱۰ء تک قائم رہی - مصلحت خداوندی نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت علیؓ کی طرح ان کی قبر کو معدوم کر دیا - تا کہ کسی وقت شرک کا مقام نہ بن جائے - سردار نصر اللہ خاں کا یہ آخری انتقام تھا - جو اس نے حضرت شہید مرحوم کی نعش مبارک سے لیا -

خاندانِ حضرت شہید کی ترکستان کو جلا وطنی : سردار نصر اللہ خاں نے واقعہ شہادت کے معاً بعد حضرت شہید کی جائداد و املاک بحقِ حکومت ضبط کر لیا - اور ان کے اہل بیت کے عورتوں اور بچوں کو سید گاہ سے کابل کی طرف جلا وطن کیا گیا - اور وہاں سے مزار شریف ترکستان کو بھیج دیا - جولائی ۱۹۰۳ء لغایت ۱۹۱۱ء وہاں رہے اور معمولی گذارہ کے واسطے کچھ زمین زرعی دی گئی -

کابل کو واپسی : اس کے بعد کابل ان کو آنے کی اجازت دی گئی - وہاں وہ ۱۹۱۱ء لغایت ۱۹۲۰ء تک نہایت تکلیف سے رہے - رہنے کو ایک معمولی سا مکان شہر میں متصل چہار معصوم شور بازار میں کرایہ پر لے رکھا تھا - اور گذارہ کے واسطے معمولی رقم اور غلہ مقرر تھا - جو ایک زمین سے حاصل ہوتی - جو ان کو سرکاری دی گئی تھی -

ترکستان سے امیر حبیب اللہ خان کے حکم سے واپس ہو کر کچھ عرصہ خوست میں رہے - مگر بہت جلدی سردار نصر اللہ خان نے ان کو واپس کابل بلایا گیا - اور اس طرح وطن میں رہنا نصیب نہ ہوا - کابل میں زیر حراست یا نظر بند رہتے تھے - یعنی ان کو کہیں کابل سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی - اور روزہ

مرہ کوتوالی شہر میں حاضری دی جاتی -

حضرت نورالدین خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ خلافت میں ضلع گجرات کا ایک باشندہ فضل کریم نامی مجذوب الاحوال قادیان سے ہوتا ہوا پشاور ۱۹۱۷ء میں آیا - اور کچھ دن ہمارے پاس انجمن احمدیہ میں مقیم رہا - انہی ایام میں برادرِ عزیز صاحبزادہ محمد عمر جان جو ایک خوبصورت اور نوجوان تھا - اور عمر اس کی تقریباً بیس سالہ ہوگی - پشاور آیا اور ہمارے پاس بطور مہمان مقیم رہا - کچھ دن کے لئے سرائے نورنگ ضلع بنوں کو گیا - جہاں ان کی زرعی جائداد علاقہ انگریزی میں واقع ہے - وہاں سے حاصلات زراعت وصول کر کے واپس پشاور آیا -

اتنے میں کابل سے ایک احمدی دوست حضرت شہید مرحوم کی زوجہ محترمہ کا پیغام لایا - کہ عزیز محمد عمر جان کو واپس کابل روانہ کر دیا جائے - ورنہ ہم کو بڑی مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا - اگرچہ برادر موصوف واپس جانے کا خیال نہ رکھتا تھا - مگر محض والدہ صاحبہ کے تعمیل ارشاد کی غرض سے کابل چلا گیا -

فضل کریم مجذوب بھی ایک دن ۱۹۱۷ء میں بلاحصول اجازت مکان انجمن سے نکل کر کوہاٹ اور کرم کی راہ سے درہ پیواڑ کو عبور کر کے براہ جاجی کابل میں جا پہنچا - اور سردار نصراللہ خاں کو درخواست دی کہ میں احمدی ہوں اور کابل بغرض تبلیغ آیا ہوں - سردار موصوف نے اس کو گرفتار کروا دیا - حاکم شہر نے دریافت کیا - کہ تم کسی احمدی سے یہاں واقف ہو - اس نے کہا ہاں میں حضرت شہید کے بڑے فرزند کو جانتا ہوں - اور چند اور احمدیوں کا نام لیا - اور اس طرح سے وہ تمام احمدی بمعہ اولاد حضرت شہید مرحوم دوبارہ گرفتار

ہوئے-

حضرت سید عبداللطیف شہید کی اولاد نرینہ اس وقت حضرت صاحبزادہ محمد سعید جان اور صاحبزادہ عبدالسلام جان صاحب، صاحبزادہ محمد عمر جان صاحب، صاحبزادہ احمد ابوالحسن صاحب اور صاحبزادہ محمد طیب جان صاحب تھے یہ سب گرفتار ہوکر شیر پور کے جیل خانہ میں مقید کردئے گئے-اور ان کے پاؤں میں موٹی بیڑیاں ڈالی گئیں-اور آٹھ نو ماہ تک جیل خانہ کی سخت تکالیف میں مبتلا رہے- اس جیل میں حضرت صاحبزادہ محمد سعید جان اور صاحبزادہ محمد عمر جان جیل فیور یا تپ زندان میں گرفتار ہوئے اور ایک سال کی تکلیف کے بعد ۱۹۱۸ء میں ہر دو فوت ہو گئے- حضرت صاحبزادہ محمد سعید جان کا ایک نرینہ فرزند باقی ہے- جن کا نام صاحبزادہ محمد ہاشم جان [1] ہے- انا للہ وانا الیہ راجعون-

کچھ عرصہ کے بعد جب امیر حبیب اللہ خان کابل سے جلال آباد ایام گرما بسر کرنے کے لئے چلے گئے- اوران دنوں سردار امان اللہ خان نے جو بعد میں امیر امان اللہ خان بادشاہ کابل ہوئے- شہر کابل میں عین الدولہ کے عہدہ پر ممتاز تھے- ان مظلوموں کی تحقیقات کی تو فضل کریم کے سامنے حضرت شہید مرحوم کا بڑا لڑکا صاحبزادہ محمد سعید جان پیش کیا گیا- جس کو اس نے شناخت نہ کیا- کیونکہ اس کا بیان تھا- کہ وہ بڑے لڑکے کو جانتا تھا- مگر دراصل اس نے پشاور میں بڑے لڑکے کو نہیں بلکہ تیسرے فرزند صاحبزادہ محمد عمر جان کو دیکھا تھا اور وہ بڑا نہ تھا- جو پولیس پیش کرتی اس طرح اس کے بیان میں غلطی

---

[1] محترم صاحبزادہ محمد ہاشم جان عساکر پاکستان میں میجر اور ڈاکٹر ہیں-

پائی گئی اور پولیس نے کوتوالی میں بڑے لڑکے کی روزانہ حاضری کی تصدیق کی۔ نیز سردار موصوف نے ان کو بے گناہ پاکر سب کو جیل خانہ سے رخصت کر کے آزاد کر دیا۔ فضل کریم کو تو ہندوستان کی سرحد پر پہنچا کر چھوڑ دیا اور خاندان حضرت شہید اور دوسرے احمدیوں کو بھی چھوڑ دیا۔ ان ایام میں برائے رہائی ان مظلوموں کا بڑا روپیہ خرچ ہوا۔

حضرت صاحبزادہ محمد سعید جان اور عزیز صاحبزادہ محمد عمر جان دونوں نوجوان احمدیوں کی موت بھی شہادت کی موت واقع ہوئی۔ اور ان کے خونِ ناحق کا بارگناہ خاندان امیر عبدالرحمٰن خان کے نامہ اعمال میں جمع ہوا۔ اس کے لئے خداوند تعالیٰ کے حضور جواب دہ ٹھہرے۔

فصل ششم

میرزا شیر احمد خان مصنف نجم السعادت کی غلط بیانیوں کا جواب

میرزا شیر احمد خان باشندہ جلال آباد جس نے نجم السعادت نامی کتاب امراء کابل کی مدح خوانی میں منظوم کی ہے۔ وہ اپنے آپ کو ملاّ نجم الدین صاحب ہڈّہ کا مرید ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کتاب کے صفحات ۴۷ - ۴۸ پر حضرت سید عبداللطیف شہید کے شہادت کے واقعہ کو بھی اپنے رنگ میں لکھا ہے۔ اور چونکہ وہ ایک مخالف فریق کا ممبر ہے۔ اس واسطے اس نے اسی رنگ

میں لکھنا تھا- اور ان کی شہادت کو اپنے پیرومرشد صاحب کی کرامت اور کامیابی تصور کیا ہے-اس کی تحریر چونکہ سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے-اس واسطے وہ باتیں بے بنیاد اور غلط ہیں- ہم ان کی تصیح یا تردید کر دیتے ہیں-

۱- وہ لکھتا ہے- کہ حضرت عبداللطیف نے جناب ملا صاحب ہڈہ کو بدوران قیام کابل ۱۹۰۱ء میں امیر عبدالرحمٰن خان کا باغی اور کافر ٹھہرایا تھا- اور امیر حبیب اللہ خان کو اس کے قتل پر آمادہ کیا تھا- حالانکہ ۱۸۹۵ء کے بعد حضرت عبداللطیف کو جناب ملّا صاحب مانکی سے کوئی تعلق نہ رہا تھا- اور نہ ملّا نجم الدین صاحب سے کوئی تنازعہ باقی تھا- اور نہ جماعت احمدیہ کسی سے اختلافِ خیالات پر کسی کے قتل ورجم کو جائز اور درست جانتی ہے- پس محض یہ افتراء اور بہتان ہے- جو بعد از مرگ حضرت شہید پر لگایا گیا ہے- اور ان کی شہادت کے واسطے وجہ ٹھہرائی ہے-

۲- وہ لکھتا ہے- کہ حضرت شہید نے کہا تھا کہ میرا پیر حضرت عیسٰے ہے- اور جالندھر میں رہتا ہے- یہ تو درست ہے کہ حضرت احمد قادیانی کو آنے والے عیسٰے موعود ہونے کا دعویٰ ہے-مگر یہ امر تو بالبداہت غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ وہ جالندھر میں سکونت رکھتے تھے- دنیا جانتی ہے کہ موضع قادیان ضلع گورداسپور میں واقع ہے-

۳- وہ لکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا اصلی نام غلام قادر ہے- حالانکہ حضرت مسیح موعود کا خاندانی نام غلام احمد اور الہامی اور اصلی نام احمد تھا نہ کہ غلام قادر-

۴- وہ کہتا ہے- کہ شہید مرحوم نے فرمایا تھا- کہ میرا مرشد مسیح موعود ہے- اور میں امام مہدی ہوں- حالانکہ سب جانتے ہیں- کہ حضرت احمد قادیانی کا دعویٰ مسیح موعود اور امام معہود ہونے کا تھا- چنانچہ کشتی نوح صفحہ ۱۷ طبع اول پر فرماتے ہیں کہ:- جو شخص مجھے فی الحقیقت مسیح موعود اور امام مہدی معہود نہیں مانتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے- پس کیونکر حضرت شہید اس کے خلاف کہہ سکتے تھے- نیز وہ جانتے تھے- کہ حدیث نبوی میں بھی **لامھدی الاعیسی**[۱] (ابن ماجه) واضح طور پر موجود ہے-

۵- وہ کہتا ہے- کہ حضرت شہید مرحوم قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو نہ مانتے تھے- حالانکہ کشتی نوح میں حضرت مسیح موعود نے ہر احمدی پر اتباع قرآن کریم و سنت اور احادیث لازمی قرار دی ہے- اور جو شخص قرآن کی ایک آیت سے یا احادیث نبوی سے انکار کرے- وہ جماعت میں داخل ہی نہیں ہوسکتا-

۶- وہ لکھتا ہے کہ حضرت شہید نے کہا تھا- کہ میرے قتل کے وقت میرا پیر حاضر ہوگا- حالانکہ جماعت احمدیہ سوائے خدا تعالیٰ کی ذات اقدس کے کسی مخلوق کو حاضر و ناظر یقین نہیں کرتی- خواہ کوئی ہو- اور **عالم الغیب و الشھادۃ** صرف پروردگارِ عالم ہی ہوسکتا ہے اور ہے اور بس ہم کہتے ہیں کہ ہمارے مخالف ہمارا مقابلہ حق اور صداقت کو ہاتھ میں لے کر ہرگز نہیں کرسکتے- اور ان کا جس قدر مقابلہ ہے وہ سب کذب و بہتان و افتراء اور تحریف فی الکلام پر مبنی ہے- **ذالک مبلغھم من العلم** اور خود ساختہ کلمات اور مطالب اپنے سامنے رکھ کر فتاویٰ کفر و تکفیر دیا کرتے ہیں- اور وہ خدا تعالیٰ کے اخذ

---

[۱] ترجمہ: حضرت عیسیٰ موعود ہی امام مہدی معہود ہے نہ کوئی اور- ۱۲ منہ

شدید اور عذاب الیم سے نڈر ہیں- اور موت اور روزِ محشر کی باز پرس سے لاپرواہ ہیں- ایسی حرکات مجانین کیا کرتے ہیں اور ذی ہوش مومنوں کی شان کے شایان نہیں- اس قسم کے لوگوں کے حق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

تا مرا از قوم خود ببریدہ اند　　بہر تکفیرم چہا کوشیدہ اند
افترا ہا پیش ہر کس بُردہ اند　　واز خیانت ہا سخن پروردہ اند
تا مگر لغزد کسے زاں افتراء　　سادہ لوحے کافر انگارد مرا
کافرم گفتند و دجال و لعین　　بہر قتلم ہر لئیمے در کمیں
کافرم خواند نداز جہل و عناد
ایں چنیں کورے بدنیا کس مباد

فصل ہفتم

پاداشِ ظلم کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی

امیر حبیب اللہ کی کمزوری طبع: سردار نصر اللہ خاں نائب السلطنت اور علماء کابل نے ایک مومن متقی اور ایک صالح باعمل کو صرف اختلاف عقائد پر شہید کرادیا- باوجودیکہ وہ اپنی حقانیت اور صداقت پر آیاتِ قرآنیہ اور نصوص حدیثیہ پیش کر رہا تھا- مومنوں پر فتویٰ رجم از روئے قرآن کریم ہمیشہ منکرین نے دیا- اور اس طرح ایک مومن کو رجم کر کے اپنے ظلم پر مہر کردی- ورنہ

قرآن کریم میں کسی مومن کے حق میں کسی حالت میں بھی رجم ثابت نہیں- کیونکہ یہ سزا خلافِ شرافتِ انسانیہ ہے- اور مخالف نصوص قرآنیہ بھی-

امیر حبیب اللہ خان نے بادشاہ اسلام اور سراج الملت والدین کہلانے کا مدعی ہوکر سردار نصر اللہ خان اور عوام کے رعب اور کثرت ہجوم سے دب کر ایک مومن صالح کے قتل و رجم کا فتویٰ دے دیا- اور تعلق استادی اور حق شاگردی اور عدل و انصاف کو بھول گیا- بغیر کاغذاتِ مباحثہ مطالعہ کرنے کے اور بلا تحقیق رجم پر مہر تصدیق ثبت کر دی-

حضرت مسیح موعود کا دردِ دِل: حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود نے امیرِ کابل اور اس کے اراکین سلطنت کی اس کارروائی پر جو اس قتل میں شریکِ ظلم تھے- دردرسیدہ دل سے امیر حبیب اللہ خاں اور ان اراکینِ سلطنت کے حق میں جو اس فعل کے بانی مبانی اور محرک ہوئے- کے بارہ میں لکھا:-

> ''اے نادان! امیر (حبیب اللہ) کیا مسلمانوں میں اختلافِ مذہب اور رائے پر یہی سزا ہوا کرتی ہے تو نے کیا سوچ کر یہ خون کر دیا- امیر کا یہ طریق اور یہ عدل ہے- نہ معلوم وہ خدا کو کیا جواب دے گا-''
>
> (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۴)

> ''شہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی- وہ ہوچکی ہے- اب ظالم کا پاداش باقی ہے- انه من یات ربه مجرماً فان له جهنم لایموت فیها و

لایحییٰ (تحقیق جو شخص اپنے رب کے نزدیک مجرم پیش ہوگا پس اس کے واسطے آتش جہنم ہوگا وہ اس میں نہ مرے گا نہ جیئے گا۔) افسوس کہ یہ امیر زیر آیت **من یقتل مومناً متعمداً** داخل ہوگیا اور ایک ذرہ خدا کا خوف نہ کیا۔ اور مومن بھی ایسا مومن۔ کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش لا حاصل ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۸)

"صاحبزادہ مولوی عبداللطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے (**ما رئینا ظلماً اغیظ من ھذا**۔ ترجمہ: اس سے سخت ظلم ہم نے کہیں نہیں دیکھا) لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں۔ کہ بعد میں ظاہر ہوں گے اور کابل کی سرزمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس سے غریب عبدالرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا۔ اور خدا چپ رہا۔ مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا۔ اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہوں گے۔"

"ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا۔ ایسے معصوم شخص کو کمال بے دردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کیا۔ اے کابل کی سرزمین تو گواہ رہ۔ کہ تیرے پر سخت

ظلم کا ارتکاب کیا گیا - اے بدقسمت سرزمین تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۷۲)

ہماری نظم میں قتل امیر کا ذکر: ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کچھ پیشگوئیاں آپ کی تحریرات اور الہامات سے اخذ کر کے اردو نظم میں منظوم کر کے امیر حبیب اللہ خان کے قتل سے کچھ عرصہ پیشتر اخبار الفضل جلد ۶ نمبر ۳۸ مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۱۸ء میں شائع کی تھیں۔ جن میں کابل کے بارہ میں انتخاب درج ذیل ہے:

گوشِ دل سے تم سنو اے ساکنانِ ہر دیار — ہم سناتے ہیں تمہیں وحیٔ خدائے کردگار
ہم سناتے ہیں تمہیں کچھ اور پیشن گوئیاں — وحی حق ہے خواہ کرو تم یا نہ ان پر اعتبار
یہ نشان ہیں مختلف لیکن نتیجہ ایک ہے — یعنی ان پر ہے ہمارے صدق دعویٰ کا مدار

لو سنو تم غور سے اب ساری آیاتِ مبیں
پورا ہونے کا کرو پھر شوق سے تم انتظار

بس نہیں ہوگا یہاں پر بلکہ ظاہر ہوتے ہیں — اور بھی صدہا نشان منجانب پروردگار
شہر کابل میں ہمارے مولوی عبداللطیف — احمدی ہونے کے باعث ہو چکے ہیں سنگسار
خاندان مظلوم کا پابند جو لانِ گراں!! — خوست سے خارج ہوا املاک سے بے اختیار
شاہ نے شاہی کے نشے میں کیا ظلمِ عظیم — جس کے باعث آتے ہیں اب اس پہ دن تاریک تار
آہ جو مظلوم پر ہونا تھا وہ تو ہو چکا!! — لیکن اب باقی ہے ظالم اس پر بھی پڑنی ہے مار
شاہ اور اس کے اراکین جو شریک ظلم تھے — اس کے خمیازہ میں اب ہونا انہوں نے ہے شکار

شاہ کابل کی ریاست میں مریں گے عنقریب
دی اس کی رعایا میں سے پچاسی ہزار

جیسا کہ حضرت احمد مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی کی تھی اور جیسا کہ ہم نے زیر خط کشیدہ مصرعوں میں پیش خبریاں نظم کی تھیں- خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حرف بحرف ان کو نہایت رعب اور جلال اور شان و شوکت سے پورا کیا-

واقعہ قتل امیر حبیب اللہ خان: امیر حبیب اللہ خان بمعہ سردار نصر اللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان اور جرنیل محمد نادر خان اور علیا حضرت ملکہ افغانستان اور کمانڈر انچیف سردار محمد حسین خان سیر جبال گلہ گوش و نعمان پر نکلے- اور بمقام گلہ گوش پغان پر کیمپ لگایا گیا اور بادشاہ اور بیگم ایک خیمہ میں سوئے- اور رات کے وقت خدا کا فرشتہ پیغام اجل لایا- اور موت کے پستول نے امیر حبیب اللہ خان کا دماغ پارہ پارہ کر دیا- اور سوئے کا سویا دائمی نیند سو رہا- اور یہ واقعہ بروز جمعرات ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء کو ہوا مطابق ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ-

ہمارے محترم بھائی قاضی مظہر الحق صاحب احمدی ساکن کوٹ نجیب اللہ ہزارہ نے اس واقعہ پر زیر عنوان ''افغانستان میں خدا کا ایک جلالی نشان'' پر اخبار الفضل مورخہ ۴ مارچ ۱۹۱۹ء میں مضمون لکھا- مذکورہ الصدر اشعار کو دوبارہ شائع کیا- گویا کہ یہ اخبار پورے تین ماہ کے اندر پورے ہو گئے- جزاہ اللہ احسن الجزاء-

امیر امان اللہ خان نے علی احمد غلام بچہ کو بجرم قتل امیر حبیب اللہ خان حبس دوام کی سزا دی اور کرنل علی رضا پسر سالار رسید شاہ خان کو ۱۲/اپریل

۱۹۱۹ء کو سردربار قتل کر دیا- کہتے ہیں کہ شجاع الدولہ جو غلام بچہ تھا اس کو امیر امان اللہ خاں اور اس کی والدہ علیا حضرت نے امیر حبیب اللہ خان کے قتل پر مقرر کیا تھا- اس کے صلہ میں اس کو امیر الجیش مقرر کیا واللہ اعلم بالصواب-

فصل ھشتم

مظالم کا خمیازہ بھُگتنا

خداوند ذوالجلال ذوالجبروت کا غضب اور غصہ آخر جوش میں آیا- چونکہ وہ اپنے انبیاء اور ان کے مومنین کے واسطے نہایت غیور ہے، اور عزیز اور ذوانتقام ہے- ان مظالم کابل کا خمیازہ ظالموں کو پاداش ظلم میں بھگتانا شروع کر دیا-

پہلا پاداشِ ظلم (وباء ہیضہ): حضرت عبداللطیف کے شہادت کے دوسرے دن یعنی ۱۵ جولائی ۱۹۰۳ء کو شہر کابل اور اردگرد کے علاقوں میں اچانک اور خطرناک ہیضہ پھوٹ پڑا- جس سے روزمرہ تین چار سو آدمی ہلاک ہونے شروع ہوئے- اور لوگوں پر سخت ہیبت طاری ہوگئی- سردار نصر اللہ خان کی بیوی [1] اور ایک نوجوان لڑکا ہیضہ سے ہلاک ہوئے- اور سردار نصر اللہ خان کو عبرت دلائی گئی اور آیت **فان لہ جھنم لایموت فیھا ولا یحی** کا نظارہ اس کے دل میں قائم ہوگیا- ہیضہ کی خطرناک صورت کا تذکرہ مسٹر انگس ہملٹن

---

[1] دختر سردار محمد اسلم خاں ولد سردار محمد اصغر خاں ولد سردار مہر دل خاں ولد پائندہ خان تھی-

نے اپنی کتاب افغانستان کے صفحہ ۴۵۰ پر کیا ہے-

دوسرا پاداش ظلم (فتویٰ کفر): امیر حبیب اللہ خان کابل سے سیاحت ہند پر ۱۹۰۷ء میں آیا- اور جب وطن واپس لوٹا- تو جن علماء نے حضرت شہید کو کافر اور مرتد قرار دیا تھا- ان ہی علماء افغانستان نے خود اُسی امیر کو کافر اور عیسائی اور مرتد قرار دیا- اوراس کی بدعقیدگی پر نکتہ چینی کی، اوراس کا چال چلن خراب ظاہر کیا- اور سمت مشرق میں بغاوت برپا کی- اوراس طرح امیر کو فتویٰ کفر کا بدلہ بطور جزاء سیئة سیئة مثلها مل گیا-

تیسرا پاداش ظلم (ڈاکٹر عبدالغنی): امیر حبیب اللہ خان نے بتحریک ڈاکٹر عبدالغنی خان اوراس کے بھائیوں کے کابل میں مجلس شوریٰ ملّی قائم کی- مگر بہت جلد اس کو علم ہوگیا کہ یہ مجلس شوریٰ نہ صرف اس کے اختیارات کو محدود کرنے والی ہے- بلکہ اس کی جان لینے کی سازش کر رہی ہے- چنانچہ اس نے نہ صرف اس مجلس شوریٰ ملّی کو توڑا- بلکہ شرکاء سازش کو گرفتار کرلیا- اور خود ڈاکٹر عبدالغنی اوراس کے بھائیوں کو......... گیارہ سال اسیر زندان کردیا[1]- اس طرح خدا تعالیٰ نے ان .... کو سزا دی- جنہوں نے حضرت شہید کو قید و بند دلایا تھا- اور آخرکار شہید کروا دیا تھا- یہ پہلی سزا تھی جو ڈاکٹر کو اپنی قید کی ملی- بزمانہ حکومت امیر امان اللہ خان جب کہ ڈاکٹر ہنوز اسیر زندان تھا- اس کی بیوی کابل سے روانہ وطن ہوئی اور راستہ میں بمقام لنڈی کوتل سرائے میں مرگئی- اور پبلک نے چندہ کر کے کفن دفن کا انتظام کیا- یہ دوسری سزا تھی جو

---

[1] از مارچ ۱۹۰۹ء لغایت اپریل ۱۹۱۹ء

ڈاکٹر عبدالغنی کو ملی- ڈاکٹر عبدالغنی خان کا نوجوان لڑکا عبدالجبار شہر کابل میں سودا لے کر بازار سے گھر جا رہا تھا- کہ عقب سے کسی نے تلوار مار کر سر تن سے جدا کر دیا- داغ مرگِ پسر کی تیسری سزا تھی- جو ڈاکٹر کو ملی- امیر امان اللہ خان نے ڈاکٹر کو گیارہ سال بعد جیل سے رہا کر کے ہندوستان کی طرف خارج کر دیا- یہ چوتھی سزا تھی-

پانچویں سزا یہ ہے- کہ کہا جاتا ہے کہ اس کا ایک ہی لڑکا ہے اور وہ اب اپنے وطن میں کرایہ پر ٹمٹم چلاتا ہے- خدا کی شان یا تو ڈاکٹر عبدالغنی کابل میں مختار کل بنا ہوا تھا- یا آج کسمپرسی [1] میں زندگی بسر کر رہا ہے- **فاعتبروا یا اولی الابصار**-

چوتھا پاداش ظلم (قاضی عبدالرازق): امیر حبیب اللہ خاں نے اپنے ایامِ حیات میں حکم دے رکھا تھا- کہ ہر شخص سڑک پر اور گذرگاہ عامہ پر دستِ چپ پر جایا کرے- اور کوئی شخص اس کے خلاف نہ کرے- کہتے ہیں کہ ایک دن امیر کابل سڑک پر سے گذر رہے تھے- دیکھا کہ ملّا عبدالرازق خاں ملّائے حضور سڑک پر دستِ راست پر جا رہا ہے- اور ڈیوٹی والا سپاہی روک رہا ہے- اور وہ منع نہیں ہوتا- اس پر امیر نے ملّا عبدالرازق کو ایک ہزار روپے جرمانہ کر دیا- بعد ازاں امیر امان اللہ خان نے حاجی عبدالرازق کو کوڑے لگوائے- اور ۱۹۱۷ء میں روزانہ حاضری کا حکم دیا-

اس سزا کے بعد وہ کابل سے ایسا غائب ہو گیا- کہ گویا زندہ در گور ہو

---

[1] اب مر چکا ہے- ناشر حکیم عبداللطیف شاہدؔ

گیا کوئی نہیں جانتا - کہ اس کا کیا حشر ہوا - البتہ نہ وہ مدارس کی افسری رہی - اور نہ ملائے حضور کا عہدہ رہا - جن کی بنا پر اس نے حضرت شہید کے خلاف فتنہ کھڑا کیا تھا - **انی مھین من ارادا ھانتک** پورا ہوا -

حکومت کابل کے رسالہ تردید شبہات باطلہ شاہ مخلوع صفحہ ۱۵-۱۶ پر تحریر ہے کہ

> ''حاجی عبدالرازق خاں .... ان امتیازات سے جو سابقہ نصیب تھے - تا دم مرگ محروم نہیں کیا گیا - لیکن کسی شخص نے امان اللہ کے دہ سالہ سلطنت کے عرصہ میں حاجی صاحب کو امان اللہ کے کسی دربار میں دیکھا - کیا امان اللہ نے کبھی حاجی صاحب غازی کو دربار یا عیدوں یا جشنوں میں مدعو کیا تھا - جناب مولانا فضل ربی نے مولانا حاجی عبدالرازق کے جنازہ پر اپنی تقریر کے دوران میں حاجی صاحب کے خدمات کا ذکر کیا تھا - اور اس خاص شخصیت کو مسلمانوں کے رہنما اور ملت کے موسس اور مجاہدات کے محرک کا خطاب دیا تھا - کیا امان اللہ نے اس اظہار پر مولوی فضل ربی کو ماخوذ کر کے قید خانے میں ڈال نہ دیا تھا -''

یہ تھی وہ موت جو حاجی عبدالرازق کو آخری عمر میں نصیب ہوئی -

پانچواں پاداش ظلم (مولوی نجف علی): بزمانہ حکومت اعلیٰ حضرت

محمد نادرشاہ مولوی نجف علی برادرڈاکٹرعبدالغنی نے فارسی نظم میں ایک کتاب بنام درۂ نادرہ لکھی - اوراس میں ملا ہائے کابل کی مذمت لکھی - اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ نے وہ کتاب عدالت عدلیہ کے افسراعلیٰ کو بھیج دی - کہ وہ اپنی رائے ظاہر کریں-

(جنگ افغانستان ۱۹۱۹ء میں حاجی عبدالرازق آزاد قبائل وزیرستان میں تھا - اس کے بعد کابل واپس آیا - امیر کا زیرعتاب رہا - جب فوت ہوا - تو مولوی فضل ربی نے اس کا جنازہ پڑھا - اورتعریف کی امیرامان اللہ خان نے فضل ربی کوزیرعتاب کیا)

انہوں نے بعد مطالعہ حکم دیا کہ یہ شخص کافراورمرتد ہے- کیونکہ اس نے توہین علمائے دین کا ارتکاب کیا ہے- اوراس کو سنگ سار کیا جائے - آخر کارسفیر برطانیہ کی مداخلت سے اس کو اجازت ملی - کہ وہ کابل سے نکل کر ہندوستان چلا جاوے - اورساتھ ہی اس کا بھائی محمد چراغ بھی کابل سے خارج کردیا گیا -

یہ ان شریرگروہ کا انجام ہوا - جنہوں نے حضرت شہید کوقتل کرایا تھا - ان کوخدا کا وعدہ انی مھین من اراداھانتک کے ماتحت پکڑا گیا -

اب سب فوت ہوچکے ہیں - ناشر

چھٹا پاداش ظلم: امیر حبیب اللہ خان بمعیت سردارنصراللہ خان وغیرہ سیرو شکار کی غرض سے سمت مشرقی علاقہ جلال آباد کوگیا - کونڑنعمان کے سرسبز علاقہ میں دورہ کررہا تھا - جب مقام گلہ گوش پر پہنچا جوایک قابلِ نظارہ مقام اور

شاہی سیرگاہ وشکار گاہ ہے- وہاں شاہی کیمپ لگایا گیا - اور چند دن قیام وآرام چاہا- ایک دن آدھی رات کے وقت جب بادشاہ اور اس کی ملکہ دونوں ایک خیمہ میں خواب استراحت میں تھے- موکل خداوند پیغام اجل لایا- اور موت کا پستول اس کے دماغ میں رکھ کر چلایا- اور امیر افغانستان کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا- فوج موجود- پہرہ ڈبل موجود- بادشاہ ملک مارا جاوے کان سے کان تک خبر نہ ہو- یہ کیا تھا- وہی انتقام الٰہی اور حضرت شہید کے قتل کی پاداش تھا- جو ظالم اور نادان امیر کو بھگتنا پڑا- آج تک کوئی یقینی قاتل نہ ملا- لوگوں نے کئی وجوہ قتل تجویز کئے اور کئی لوگوں [1] کو قاتل قرار دیا- زمینی لوگ زمینی قاتل کی تلاش میں ناکام ہوئے اور کامیاب کیوں کر ہوتے- جب کہ قاتل فرشتہ تھا- جو خود غائب ہوگیا- اور ہونا تھا کیا پنڈت لیکھرام پشاوری کا قاتل آج تک مل سکا جو امیر کا قاتل مل جاتا-

امیر حبیب اللہ خان جس دن مرا- اس کے صبح جمعرات کا دن تھا- اور ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء مطابق ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ تھا- جب کہ وہ خداوند عزیز وذوالانتقام کے دربار میں قاتلانِ حضرت شہید کی صف میں بطور مجرم جا کھڑا ہوا- اور اس کا بستر استراحت بستر مرگ سے بدل دیا گیا- دیکھو

---

[1] مصلحت کے ماتحت کرنل شاہ علی رضا پسر سید شاہ خان نائب سالار غربی کو ۱۳/ اپریل ۱۹۱۹ء کو قاتل قرار دے کر مارا گیا- یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا قاتل کرنل احمد شاہ خاں پسر سردار محمد آصف خان میر بہبود خیال کیا جاتا ہے- جو اس وقت خیمہ گاہ امیر مقرر تھا- اور امیر کے اردگرد والی قنات میں رہا کرتا تھا- مگر قاتل تو بوقت واقعہ نہ بوقت فرار گرفتار کیا گیا- اس کو نہ اس جرم سے بری قرار دیا گیا- بلکہ امیر امان اللہ خان نے اپنی بہن نکاح میں دے دی- ان واقعات سے صاف ظاہر ہے- کہ جو کچھ واقع ہوا والدہ امان اللہ خان کی مصلحت سے ہوا-

تفصیل کے واسطے کتاب زوال غازی کا صفحہ ۸ و ۱۴، ۲۳ مصنفہ عزیز ہندی

اسباب قتل امیر حبیب اللہ خاں: ڈاکٹر عبدالغنی پنجابی ....

اپنی کتاب ''وسط ایشیاء کے سیاسی حالات پر ایک نظر'' مطبوعہ ۱۹۲۱ء باب چہارم میں زیر عنوان افغانستان اور امیر حبیب اللہ کے قتل کے .... وجوہ واسباب یوں تحریر کرتا ہے:

اول (۱) بوجہ ذیل عامۃ الناس خیالات اس سے (امیر حبیب اللہ خان سے) برگشتہ تھے- وہ اپنے مذاق مغربیت- لباس- عام طرز معاشرت میں مغرب کی تہذیب وتمدن کا اس قدر دلدادہ تھا- کہ لوگ اس کو نہ صرف کفار کا حلیف بلکہ اس سے بڑھ کر خیال کرتے تھے- وہ اندھا دھند اہل یورپ کی نقل اتار رہا تھا- (۲) اپنے فرانسیسی طباخ (باورچی) کے مارے ہوئے مرغ کو بخوشی خاطر کھاتا تھا جس کا وہ صرف سرتن سے جدا کر دیتا تھا- حالانکہ اس طرح کا مارا ہوا جانور ایک غیر مسلم کے ہاتھ ایک مسلمان کے واسطے حقیقتاً حرام ہے- امیر موصوف کا یہ فعل ایک غیر متعصب مسلمان کے نزدیک بھی سخت قابل اعتراض تھا-

دوم اس کے تمام درباری تکلّفات نے اس کے تمام درباریوں کو (باستثنائے چند منتخب افراد کے) اس کے

ساتھ دستر خوان پر کھانے سے محروم کر دیا- حالانکہ ایک مشرقی مسلمان بادشاہ کا دستر خوان عام طور پر کھلا ہوتا ہے- عام لوگ اس کے اس خیال کو خِسّت جانتے تھے-

سوئم وہ تندمزاج ہو گیا تھا- معمولی قصور پر لوگوں کو مارتا اور جھڑکتا-

چہارم وہ لوگوں کے معروضات و شکایات خود نہ سنتا تھا- لوگ خیال کرتے تھے کہ وہ بہت مغرور ہے- اور اپنے آپ کو عامۃ الناس کے مقدمات سے بالا تر خیال کرتا ہے-

پنجم امور سلطنت کو نظر انداز کر گیا تھا- اور تا بہ مرگ یہ امر ترقی پذیر رہا- یعنی اپنا سارا وقت تصویر کشی، طباخی، کثرت شکار، لہو ولعب اور عیش وطرب میں بسر کرتا تھا-

ششم وہ انگریزوں سے خاص انس کا اظہار کرتا تھا- حالانکہ وہ صرف حکومت کے ملازم تھے-

ہفتم اس نے ترکیہ اور جرمن مشن کو نظر انداز کر دیا تھا- بالفاظ دیگر خلیفۃ المسلمین کی ضرورت کو ٹھکرا دیا تھا- افغان اس بات سے ناراض تھے نہ صرف یہ کیا بلکہ آزاد قبائل سرحد کو جمع کر کے عملی اقدام سے روکا اور خلیفۃ المسلمین کے تعاون پر عامل ہونے پر سختی سے روکا-

ہشتم اس نے بیت المال کی دولت کو فضول خرچی میں صرف کر دیا تھا- حالانکہ اس کو اس پر کوئی فوق حق حاصل نہ تھا- اس کے سالانہ اخراجات لباس- بیگمات و اثاث البیت بہت خطرناک حد تک بڑھا ہوا تھا- امیر عبدالرحمٰن خان نے بڑی محنت سے خزانہ جمع کیا تھا- وہ ملک کی سالانہ آمدنی اپنے ذاتی عیش میں صرف کرتا تھا- اور بوقت مرگ اس کے باپ کے اندوختہ میں سے صرف چند لاکھ روپیہ باقی تھے- یہ تمام امور لوگوں کو اس کے خلاف بھڑکانے کے تھے- (صفحہ ۹۴ تا ۹۶)

واقعہ قتل امیر حبیب اللہ خاں: ڈاکٹر موصوف صفحہ ۹۷-۹۸ پر لکھتا ہے کہ:

''بوقت مراجعت جب کہ وہ درہ گلہ ءگوش میں سے گذر رہا تھا- وہ ایک شفاف نالہ پر سے گذر رہا تھا- جس کے صاف اور شفاف پانی نے جو بڑی نرمی سے پتھریلی سطح کے ساتھ کھیلتے ہوئے اس کے ساتھ بہہ رہا تھا اس نظارہ نے امیر موصوف کو تخلیات سے بھر دیا- چند چھوٹی مچھلیاں جو کبھی آڑ میں اوپر چلی جائیں کبھی نیچے آئیں- امیر اس کا لطف اٹھا رہا تھا- اس فطرت عریاں کے خوبصورت سادہ تلعُّب نے جو دور افتادہ خاموش

سنسان گوشوں میں بے روک و خطر آدمی کو محظوظ کر رہا تھا- ایک پیالہ چائے کے نوش فرمانے سے جب وہ تازہ دم ہوا- تو وہ اس ندی کے کنارے آ رہا- اور چند مچھلیاں پکڑ لیں-

اسی رات جب کہ وہ مچھلی کے شکار سے لطف اندوز ہوکر رات بستر استراحت پر سو رہا تھا- اور اس کے ہاتھ سے اس کے اختیارات سلب ہو گئے تو موت کا غیبی ہاتھ نا معلوم طریقہ سے داخل خیام ہوا- اور ایک گولی اس کے دماغ میں داغ دی- اور خیمہ سے اس کی جان لے کر ایسا نا معلوم نکلا جیسا کہ وہ داخل ہوا تھا- شور وغوغا بلند ہوا- محافظ آگے پیچھے بھاگے- افسر موقعہ کی طرف دوڑے آئے- شہزادے بیدار ہوئے اور ہر طرف تلاش کی گئی- مگر فرشتہ اجل رخصت ہو چکا تھا- اور اپنے عقب میں سوائے نعش کے اور کچھ نشان نہ چھوڑا- جو وقار اور آرام سے بے جان ہوکر استراحت فرما تھی- (صفحہ۹۷تا۹۹)

<u>ساتواں پاداش ظلم</u>: سردار عنایت اللہ خان معین السلطنت جو امیر حبیب اللہ خان کا بڑا فرزند اور مقرر شدہ ولی عہد تھا- اور مستحق تاج وتخت تھا- سردار نصر اللہ خان جو اس کا چچا اور خسر تھا- دیرینہ حرص وآز امارت افغانستان چمک اٹھا- اور اس نے اپنے کمزور طبع بھتیجے کا جائز حق غصب کر لیا- اور امیر حبیب

اللہ خان کی نعش جلال آباد لاکر سپرد خاک کر دی - اور ولی عہد کی موجودگی میں خود امیر افغانستان بن بیٹھا فوج اور اراکین موجودہ سے بیعت لی - اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا - اور انگریزی گورنمنٹ ہند کو اطلاع دے دی - اور ان سے توثیق کا خواہاں ہوا - اس وقت مستوفی الممالک سردار محمد حسین خان بھی ساتھ تھا -

سردار امان اللہ خان نے جو امیر حبیب اللہ خان کا فرزند ثالث تھا اور اس وقت کابل میں گورنر تھا - جب دیکھا کہ میرا باپ کس مپرسی کی حالت میں مارا گیا - اور جائز ولی عہد سلطنت باوجود موقع پر موجود ہونے کے محروم السلطنت کر دیا گیا - اور اس کا حق سردار نصر اللہ خان نے غصب کر لیا - اور قاتلوں کی گرفتاری کا کوئی تردّد نہ کیا گیا - تو اس نے فوراً سردار عبدالقدوس خان [1] شاہ غاصی کے مشورہ سے اراکین سلطنت و رؤسائے ملک و علماء شہر کو بلوایا - اور ایک اجتماع قائم کیا - اور سب واقعات با چشم تر بیان کئے - کہ ملک کا بادشاہ اور ہمارا باپ کس مپرسی میں قتل ہو گیا اور کوئی قاتل گرفتار نہ کیا گیا اور جائز ولی عہد محروم کر دیا گیا - کیا اس سے صاف واضح نہیں - کہ قاتل خود سردار نصر اللہ خاں ہے - کیا یہ جو کچھ ہوا - درست ہوا - سب نے کہا نہیں - تو سردار امان اللہ خان نے کہا - کہ آپ لوگ میرا ساتھ دیں ہم مظلوم ہیں - اور قصاص لینے میں اعانت کریں - سب نے سردار امان اللہ خان کے ہاتھ پر اتفاق کیا اور بیعت کی - اور اس کو بادشاہ تسلیم کر لیا - اب ملک میں دو بادشاہ ہو گئے - امیر امان اللہ خان نے فوراً ان اراکین سلطنت کی - اولاد اور گھروں اور

---

[1] سردار عبدالقدوس خان شاہ غاصی صدر اعظم مقرر ہوئے -

جاگیروں پر قبضہ کرلیا جو اس وقت سردار نصر اللہ خان کے ساتھ سفر میں تھے- اوراس کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے- اور اسلحہ اور خزانہ پر تصرف کرلیا-

ایک فرمانِ شاہی کابل سے جلدی روانہ کیا گیا- اور سردار نصر اللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان اور مستوفی المما لک محمد حسین کو مطلع کیا گیا- کہ آپ لوگ حکومت کے باغی اور میرے باپ کے قاتل ہیں- سردار نصر اللہ خان فوراً دعویٰ امارت سے دست کش ہو- اور سب پابہ جولاں حاضر دربار ہوں- اور اپنی صفائی پیش کریں چنانچہ فرمان ملتے ہی سردار نصر اللہ خان اور اس کے ساتھیوں نے اپنے آپ کو بے بس پایا- اور سردار نصر اللہ خان نے خلع امارت کیا- اور تینوں پابہ جولاں کابل لائے گئے اور ان کو نظر بند کر دیا گیا-

عزیز ہندی زوالِ غازی صفحہ ۱۲۳ میں لکھتا ہے کہ: قارئین کو سن کر حیرت ہوگی- کہ غازی امان اللہ خان کی تخت نشینی پر جب امیر حبیب اللہ کے مستوفی الممالک محمد حسین کو پھانسی پر لٹکایا گیا- تو اس کی کثیر التعداد غیر منقولہ جائداد کے علاوہ محض نقد روپیہ جو اس کے گھر سے برآمد ہوا- وہ دس کروڑ تھا

[1] نصر اللہ خان نے افغانستان کی حکومت کا تاج ۲۱ رفروری ۱۹۱۹ء کو سر پر رکھا- یکم مارچ ۱۹۱۹ء کو بحق امیر امان اللہ خان تخت سے دستبردار ہوا- ۴ مارچ ۱۹۱۹ء کو جلال آباد سے پابہ جولاں کابل روانہ ہو گیا- ۳ راپریل ۱۹۱۹ء کو کابل کے عام دربار میں مجرم قتل امیر حبیب اللہ خان قرار پا کر عمری قیدی ہوا-

سردار امان اللہ خان گورنر کابل نے ۲۱ رفروری ۱۹۱۹ء کو عام دربار کابل میں والد کے قتل کے حالات بتائے- اور اسی دربار میں امان اللہ خان امیر منتخب ہوا- ۲۲ رفروری کو شاہی فرمان اپنی امارت اور نصر اللہ خاں کے عزل کا ارسال کیا ۲۷ فروری کو باقاعدہ دربار میں اپنی شاہی کا اعلان کیا اور تاج وتخت کا والی ہوا

اور آپ کی حیرت میں اضافہ ہوگا - کہ اس وقت ملک کی مجموعی آمدنی دس کروڑ روپیہ سالانہ سے کسی طرح زیادہ نہ تھی -

سردار نصر اللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان اور سردار حیات اللہ خان کو ارک شاہی میں نظر بند کر دیا گیا - اور بعد میں سردار نصر اللہ خان کو ایک برج میں رکھا گیا - کہتے ہیں اس صدمہ سے نصر اللہ خان کے دماغ کا توازن بگڑ گیا - اور مختل الدماغ ہو گیا - اور جس برج میں مقید تھا کچھ عرصہ کے بعد رات کے وقت حبسِ دم کر کے مارا گیا - یہ واقعہ اسی ۱۳۳۷ھ کا ہے -

ڈاکٹر احمد بیگ ترک معاون ڈاکٹر منیر عزت بیگ سول ہسپتال کابل نے آواخر اپریل ۱۹۱۹ء میں آسٹروی دعوت کے موقع پر کابل میں کہا - کہ میں نے بحکم امیر امان اللہ خان سردار نصر اللہ خان کو زہر کھلائی -

یہ شخص ۱۹۱۹ء میں شاہی حکیم رہا - اور دسمبر ۱۹۱۹ء میں سول ہسپتال کابل کا روح رواں تھا -

ایک روایت یہ ہے کہ قید خانہ میں سردار نصر اللہ خاں کے .... اس کو مارا گیا - خدا جانے اصل واقعہ کیا ہے -

جس طرح سردار نصر اللہ خاں نے حضرت شہید کو پا بہ جولاں کیا تھا - اسی طرح پا بہ جولاں ہوا - جس طرح آپ کو ارک شاہی میں قید رکھا - اسی طرح خود ارک شاہی میں قید رکھا گیا - اور جس طرح آپ کو بے گناہ قتل کرا دیا گیا - ٹھیک اسی طرح خود بھی قتل ہو گیا - اور جس طرح آپ کی قبر کو معدوم کرایا - اسی طرح امیر امان اللہ خان نے اس کی قبر کو نا معلوم کر دیا - ہم نے

بدورانِ سیر کابل بہتیری کوشش کی - کہ اس کی قبر کا پتہ ملے - مگر کوئی صحیح موقعہ نہ بتا سکا - کوئی تو شہر آرا کا قبرستان بتاتا - کوئی عاشقانِ عارفان کا کوئی خواجہ صفا کا - اور کوئی وہی پرانا قبرستان بتاتا تھا جس میں حضرت شہید کو قتل و رجم کیا گیا تھا -

خدائے غیور نے اس مغرور انسان کے ساتھ وہی سلوک کیا - جس کا وہ مستحق تھا - (دیکھو زوال غازی صفحہ ۲۸۵)

آٹھواں پاداش ظلم (قتل پسر سردار نصر اللہ خاں): کچھ عرصہ بعد ۱۹۲۰ء میں امیر امان اللہ خان کو خیال گذرا - کہ "افعی را کشتن و بچہ اش را نگہ داشتن" درست نہ ہوگا پس اس نے سردار نصر اللہ خان کا اکلوتا فرزند [1] بھی قتل کرا دیا - اور اس طرح سردار نصر اللہ خان بحکم آیت **ان شانئک ھو الابتر** - ابتر اور منقطع النسل ہوگیا - **فقُطع دابر القوم الذین لایؤمنون** سردار نصر اللہ خان کی اکلوتی لڑکی عالیہ بیگم سے امیر امان اللہ خان نے ملکہ ثریا کے ڈر سے خفیہ نکاح کر لیا - مگر بوقت عزل اور فرار از افغانستان اس کو طلاق دے دیا -

(زوال غازی صفحہ ۲۸۴ - ۲۸۵)

گویا اس کی آخری یادگار لڑکی کا بھی انجام خراب ہوا - عبرت! عبرت!! عبرت!!!

نواں پاداش ظلم: امیر حبیب اللہ خان کے ظلم سے حضرت شہید مرحوم کے

---

[1] سردار عزیز اللہ خان جو ۱۸۹۳ء میں تولد ہوا تھا - اور اس وقت ۲۷ سالہ نوجوان تھا باپ کے ساتھ قید ہو کر جلال آباد سے آیا تھا -

دونو جوان فرزند حضرت محمد سعید جان اور محمد عمر جان جیل فیور سے شہید ہو گئے- تو اسی طرح اور ٹھیک اسی کے انتقام میں خدا تعالیٰ نے سردار نصر اللہ خاں کا نوجوان لڑکا قتل کرایا اور امیر حبیب اللہ خان کا جوان فرزند سردار حیات اللہ خان بچہ سقہ کے ہاتھ سے مارا گیا-

(زوال غازی صفحہ ۳۸۱)

شہزادہ حیات اللہ خان ۱؎ کو بچہ سقہ نے پہلے پٹوانے کا حکم دیا اور بعد میں خیال آیا- کہ اس کی ضرورت نہیں- اور بغیر پٹوائے بندی خانہ میں بھیج دیا اور دو ماہ کی قید کے بعد خفیہ طور پر قتل کرا دیا اور ارک شاہی کی دیوار کے نیچے دفن کرا دیا- جب حکومت افغانستان اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے ہاتھ آئی- تو انہوں نے دیوار گرا کر حیات اللہ خان کی نعش نکلوائی اور باقاعدہ ایک قبرستان میں دفن کرا دیا-

(دیکھو زوال غازی صفحہ ۳۱)

حضرت شہید کے دو مظلوم صاحبزادوں کے عوض میں خدائے غیوّر نے امیر عبدالرحمٰن خان کے خاندان کے دو شہزادے ہلاک کرا دیئے۔

گندم از گندم بروید جَو ز جَو — از مکافاتِ عمل غافل مشو

دسواں پاداشِ ظلم (رجم قبر امیر): جس طرح امیر حبیب اللہ خان نے حضرت شہید کے جسد اطہر پر بارانِ سنگ کرایا- اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح باغیان علاقہ شنوار نے بدورانِ بغاوت جلال آباد پر حملہ کر کے امیر حبیب اللہ خان کی قبر پر پتھروں کی بارش کی- اور مرنے کے بعد رجم کیا- اور

۱؎ سردار حیات اللہ خان بزمانہ بچہ سقہ قریباً چالیس سالہ جوان تھا-

انی مھین من اراد اھانتک کا الہام پورا ہوا۔

خاکسار جب سیرِ کابل کے واسطے جارہا تھا۔ تو بمقام جلال آباد امیر حبیب اللہ خان کی قبر کو دیکھا۔ جو لب سڑک ایک باغ میں واقع ہے۔ ۱۳؍اگست ۱۹۳۴ء کو ہم نے علاماتِ رجم کو تعویذِ قبر پر نمایاں دیکھا۔ جو موجود تھے۔ یہ قبر ایک مسجد...... کے دروازے پر واقع ہے۔ سبزی مائل سیاہ پتھر کا تعویذ ہے پشاور سے کابل جانے والی سڑک کے جنوب کی طرف ایک وسیع احاطہ باغ کے وسط میں واقع ہے۔

گیارھواں پاداش ظلم: حضرت شہید پر فتوئے تکفیر اور رجم دینے والے دو ملّا قاضی عبدالرازق اور قاضی عبدالرؤف قندھاری تھے۔ قاضی عبدالرازق تو زندہ درگور ہوا۔ اور قاضی عبدالرؤف کے انجام کا اس وقت تک کوئی علم نہ ہوا۔ البتہ اس کے جانشین اور قابل فرزند قاضی عبدالواسع کو جس نے حضرت نعمت اللہ خان کی شہادت میں حصہ لیا تھا۔ حکومت سقاویہ کے والئ کابل ملک محسن نے سر بازار چوک کابل میں نہایت بے رحمی سے ہلاک کیا۔ اور خدا کے مواخذہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔

درسِ عبرت: میرے عزیز! اگر حضرت احمد علیہ السلام خدا کا راستباز نبی نہیں۔ اور اس کی جماعت خدا کی برگزیدہ جماعت نہیں تو آخر کس طرح اور کس وجہ سے جماعت احمدیہ کے افراد کے خون ناحق کا انتقام خدا تعالیٰ نے ایک ایک مجرم سے چُن چُن کر لیا۔ اور اس طرح لیا۔ کہ ایک زبردست بادشاہ اور اس کی جرّار فوج بھی بمشکل اس طرح چن چن کر بلا خون ریزی نہ لے سکتی۔ مگر

خدائے غیور نے وہ کام خود کیا جس کو جماعت احمدیہ کی کمزور اور غریب اور مظلوم جماعت خود نہ کرسکتی تھی- ہر ایک واقعہ سبق آموز اور قابل عبرت ہے- اور ہرگز ہرگز اتفاقی نہیں- بلکہ خدا تعالیٰ کے عملی ارادہ اور مصلحت سے ایسا ہوا- تمہارے دل اس بات کو ضرور قبول کریں گے- خواہ زبان ضد اور شرم سے انکار ہی کرے- سچ ہے- ؎

ہر کہ آمد در مقابل شد وجودش عاقبت

آیت للسائلین و عبرۃ للناظرین

☆☆☆☆☆

باب سوم

زمانہء حکومت امیر امان اللہ خان بادشاہ افغانستان

فصل اوّل

حکومت امانیہ اور مذہبی آزادی کا اعلان

تخت نشینی: یہ نوجوان بادشاہ جو...... امیر حبیب اللہ خاں کا تیسرا فرزند تھا۔ اور ملکہ علیا[۱] حضرت کے بطن سے یکم جون ۱۸۹۲ء کو تولد ہوا۔ اور بوقتِ وفات والد سی سالہ نوجوان تھا۔ اور والی شہر[۲] کابل تھا۔ جب قوم اور اراکین سلطنت نے اس کو ۲۱/جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ تو اس نے زمامِ سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی فرمانِ شاہی بنام امیر نصر اللہ خان غاصب بمقام جلال آباد روانہ کیا۔ کہ وہ حکومت کے دعویٰ سے دست بردار ہو جائے اور اپنے آپ کو فوج کے حوالے کر دے۔ اور پا بہ جولان اس کو کابل لایا گیا۔ اور مع اپنے دو بھائیوں سردار عنایت اللہ خان ولی عہد (جس نے بزدلی سے اپنا حق تاج وتخت اپنے خسر کے حق میں چھوڑا تھا۔ اور سردار حیات اللہ خاں دوسرے برادر کلاں کے بارگ شاہی میں نظر بند کر دیا۔ (دیکھو زوال غازی صفحہ ۳۱۳)

جنگ سوم افغانستان: ان ناگوار واقعات کے اثر سے بچنے کے لئے بقول

---

[۱] علیا حضرت والدہ امیر امان اللہ خان دختر لوی نائب سردار خوشدل خان خاندان محمد زی سے تھی۔

[۲] امیر امان اللہ خان بوقت قتل امیر حبیب اللہ خان کابل میں گورنر اور امین تھا۔

عزیز ہندی امیر امان اللہ خان نے جلدی سے سرحدات ہند پر گورنمنٹ برطانیہ سے جنگ کی طرح ڈال دی- جنگ کا آغاز مئی ۱۹۱۹ء میں ہوا- اور تھوڑا عرصہ باہمی کشمکش رہ کر اگست ۱۹۱۹ء میں صلح جنبانی ہوئی - اور نمائندگان صلح بمقام راولپنڈی بغرض صلح کانفرنس جمع ہوئے- برطانیہ نے اپنا سالانہ امدادی وظیفہ بند کر دیا اور حکومت افغانستان کو دولت مستقلہ تسلیم کر لیا- جس کی یادگار میں ہر سال کابل میں جشن استقلال منایا جاتا ہے- یہ معاہدہ استقلال ۱۶/اگست ۱۹۱۹ء کو دستخط پذیر ہوا- (دیکھو زوال غازی صفحہ ۳۱۴)

مذہبی آزادی: سردار محمود خان طرزی خلف سردار غلام محمد خان طرزی [1] جو امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ میں سراج الاخبار کابل کا مدیر اور سرِ دبیر تھا- اور امیر امان اللہ خان کا خسر اور ملکہ ثریا [2] کا باپ تھا- اور سرزمین شام میں آزادانہ زندگی بسر کر چکا تھا- اس نے امیر امان اللہ خاں پر پورا قابو پا لیا تھا اور اس کو مشورہ دیا- کہ افغانستان کو ممالکِ متمدن کے اصولِ تمدن اور تہذیب پر چلایا جاوے- اور ملک میں مذہبی آزادی دی جاوے- چنانچہ ایسا کیا گیا- کہ ہماری مملکت میں ہر مذہب اور ہر فرقہ کے پیرو مکمل آزادی کے ماتحت رہ سکتے ہیں- اس پر ہماری جماعت کا نمائندہ جب سردار محمود طرزی سے بمقام بمبئی و منصوری ملا- تو انہوں نے تحریری اطلاع دی- کہ افغانستان میں ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہے- لہٰذا جماعت احمدیہ پر بھی کوئی پابندی نہیں- چونکہ وہ

---

[1] سردار غلام محمد خان طرزی ولد سردار رحمدل خان ولد سردار پائندہ خان تھا- فارسی کا اعلیٰ شاعر تھا اور اس کا دیوانِ طرزی مشہور ہے-

[2] امیر امان اللہ خان کی ملکہ ثریا بنت سردار محمود خان طرزی سے شادی ۱۹۱۴ء میں ہوئی- دیکھو ڈاکٹر عبدالغنی کی کتاب ''وسط ایشیاء کے سیاسی حالات'' صفحہ ۱۴۱

اس وقت وزیر خارجہ کے عہدے پر ممتاز تھے - اس واسطے ان کی اس تحریر کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو یقین دلایا گیا کہ کابل اور افغانستان میں جماعت احمدیہ آزادی سے رہ سکتی ہے اور ان پر ملاؤں کا کوئی دستِ تطاول دراز نہ ہو سکے گا - اس اعتبار کی بنا پر حضرت خلیفۃ المسیح سیدنا محمود احمد صاحب کی اجازت سے حضرت نعمت اللہ خان پنج شیری قادیان سے بغرض قیامِ کابل روانہ ہوا - اور پشاور میں ہمارے پاس آ کر رہا -

حضرت نعمت اللہ: یہ نوجوان [1] علاقہ پنج شیر ملک افغانستان کا باشندہ تھا - ایک میانہ قد کا خوبصورت نوعمر جوان تھا اور تازہ خطِ ریش چہرہ پر آیا ہوا تھا - اندازاً بیس (۲۰) اور پچیس (۲۵) سالہ عمر کا ہوگا - قادیان دارالامان میں علوم قرآن کریم اور معارف احادیث سے بہرہ اندوز ہو چکا تھا - بطور معلم و مبلغ احمدیت و تربیت جماعت کابل جانے کو تھا -

دعوۃ الامیر: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ان دنوں ایک کتاب دعوۃ الامیر نامی اردو میں تحریر کی - اور اس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا اور خوبصورت شکل اور عمدہ کاغذ پر لکھوا اور چھپوا کر امیر امان اللہ خان کے نام سے معنون کر دیا تھا - اس کتاب میں سلسلہ احمدیہ کے تاریخی حالات اور حضرت احمد علیہ السلام کے دعوے اور دلائل کا ذکر تھا - اور صحیح شکل میں احمدیت پیش کی گئی تھی - تاکہ امیر مذکور بجائے ہمارے مخالفوں کے غلط خیالات سنے - ہماری باتیں ہماری زبانی

---

[1] آپ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کے شاگرد تھے - اور عالم پارسا متقی اور صوفی آدمی تھے -

سنے- اور برادر حضرت نعمت اللہ خان کو وہ کتاب دی گئی کہ اپنے ساتھ لے جا کر امیر افغانستان اور اس کے اراکین کے حضور پیش کرے- تا کہ ان کو احمدیت کے حالات کا صحیح اندازہ ہو سکے-

قیام پشاور: برادر موصوف جب پشاور پہنچا- تو ہمارے پاس مکان انجمن احمدیہ پشاور واقعہ بازار جہانگیر پورہ میں ٹھہرا- اور عرصہ دراز تک قیام کیا- یہ واقع ۱۹۲۲ء مطابق ۱۳۴۰ھ کا تھا- برادر موصوف ایک نہایت پاکیزہ، کم گو، پر جوش، متدیّن نوجوان تھا- گفتگو میں شیرینی تھی- خدا تعالیٰ شاہد ہے کہ اس کے ایام قیام میں ہم پر یہ اثر ہوتا رہا- کہ اس اخلاق حسنہ اور صلاحیّت کا مجسمہ انسان بشر نہیں- بلکہ فرشتہ مجسم ہے گویا **ما ھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم** اسی کے حق میں آیا ہے- وہ شیریں کلام موثر لہجہ میں کلام کرنے والا- سرخ و سفید خوبصورت چہرہ والا، سیاہ چشم، سڈول وجود، کشادہ پیشانی، سیاہ بالوں والا، سیاہ بادام نما آنکھوں والا تھا- باریک لب اور چہرہ پر سیاہ ابریشم کی طرح بالوں کی ریش تھی- زبان فارسی تھی اور پشتو بھی بول لیتا تھا- اردو زبان بھی قدرے سیکھ لی تھی-

برادرِ موصوف کے ملائم طبع اور نرم مزاج کو دیکھ کر ایک دن ہم نے دریافت کیا کہ اگر خدانخواستہ افغان اپنے معاہدہ پر قائم نہ رہے- اور آپ کو کوئی ابتلاء یا امتحان پیش آئے- تو کیا آپ مصائب اور شدائد، باز پرس و دار و گیر برداشت کر سکیں گے؟ برادر موصوف پر ہمارے اس سوال کا ایک خاص اثر ہوا اور آبدیدہ ہو کر کہا- کہ انشاء اللہ آپ دیکھ لیں گے- میں اس

وقت کیا لاف و گزاف کر سکتا ہوں- خدا تعالیٰ برادر موصوف کو جزائے خیر دے- کہ جیسا کہا- ویسا کر کے دکھا دیا- اور ایسے لوگ دنیا میں کم ملتے ہیں-

سفرِ کابل: آخر کار برادر موصوف ایک دن بمعہ برادر عبدالاحد خان[۱] کابلی ہم سے بصد حسرت وافسوس جدا ہوئے گلے ملے- دعا کی- اور رخصت ہوا- اور براہ جمرود ودرہ خیبر وجلال آباد کابل چلے گئے- وہاں کے احمدی ان کو دیکھ کر خوش ہوئے- اور ایک مکان کرایہ پر لیا- اور جماعت کو درس القرآن دینے لگے- اور احباب کی ترقی علم دین اور تربیت اخلاق میں مشغول ہو گئے- اور وہاں جب تک آزاد رہا- یا بعد میں قید رہا خط وکتابت جاری رکھی- اور حالاتِ پیش آمدہ سے اطلاع دیتا رہا-

فصل دوم

بغاوت اقوام منگل وسمت جنوبی وشہادت حضرت نعمت اللہ خان

جن ایام میں حضرت نعمت اللہ خاں کابل میں قیام پذیر تھے- اقوام منگل[۲] وجدران باشندگان سمت جنوبی نے بعض وجوہ کی بنا پر بغاوت اختیار کی- اوران وجوہ و بغاوت میں ایک یہ تھا کہ امیر امان اللہ خان قرآن کریم

---

[۱] عبدالاحد کابلی احمدی اصلی باشندہ خواجہ صفا علاقہ کوہ دامن کا تاجک سے اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن بازار کتب فروش کابل کا شاگرد تھا- قادیان آیا اور آج تک قادیان میں بصورت درویش مقیم ہے- [۲] سردیوں کے موسم میں جو پٹھان پنجاب آیا کرتے- میں نے بھی ان سے خود یہ بات سُنی تھی ۱۹۲۴ء میں- شاہد

سے روگرداں ہو چکا ہے- اور اس کے بدلے نظام نامہ جاری کرایا ہے جو اس کا خود ساختہ ہے- اور اس کے بعض دفعات کو علماء سمت جنوبی نے خلاف شریعت قرار دیا- اور انہوں نے امیر امان اللہ خان پر فتویٰ کفر دے دیا تھا- اور اس کے خلاف بغاوت کا نام جہاد رکھا یہ واقعہ ۱۹۲۴ء مطابق ۱۳۴۲ھ کا تھا-

خوفِ زوالِ مملکت: عزیز ہندی اپنی کتاب زوالِ غازی میں لکھتا ہے- کہ اس بغاوت کا مرکز خوست کا صوبہ تھا- جو افغانستان میں واقع ہے- اور اس کا سرغنہ ملاّ ئے لنگ (ملاّ عبداللہ) تھا- اور اس بغاوت کا عام سبب ملک میں قانون کے ذریعہ سے حکومت کئے جانے کی ابتداء تھی- اس مطلب کے لئے جو نظام نامہ بنایا گیا تھا- اس میں چند دفعات ایسے تھے جن کی نسبت ملاؤں کا دعویٰ تھا- کہ وہ شریعت اسلامیہ کے خلاف ہیں- اور ساتھ ہی ان کے بعض مواد ان ملاؤں کے اقتدار پر بھی حرف زن تھے اس لئے انہوں نے نظام نامہ مذکور کو اپنے مفاد اور مذہبی اعتقادات کے خلاف پاتے ہوئے ملک میں آتشِ فساد برپا کر دی تھی- اور یہ آگ مذہب کے نام پر لحہ بہ لحہ ترقی کرتی جاتی تھی- اور بجا طور پر خوف لاحق ہو چکا تھا- کہ کہیں حکومت سقوط نہ کر جاوے- لہٰذا اس پیش آمدہ خطرہ سے بچنے کے لئے غازی امان اللہ خان نے ملک بھر کے موثر اور مقتدر اشخاص کو عین بغاوت کے شباب میں پایہءتخت میں طلب کیا اور ان کے سامنے نظام نامہ رکھ دیا گیا- کہ وہ حسبِ دل خواہ اس میں ترمیم و تنسیخ کر لیں- اور سب یک دل ہو کر بغاوت کے فرو کرنے میں منہمک ہو

جاویں- (زوال غازی صفحہ۱۴۳-۱۴۴)

احمد یانِ خوست کا رویّہ: آغازِ بغاوت میں باغیان منگل نے احمد یان سمت جنوبی کو بھی شرکت بغاوت کی دعوت دی- جس پر ان احمدیوں نے مہلت بغرض جواب طلب کی- اور ایک نمائندہ ہمارے پاس پشاور روانہ کیا- کہ جماعت احمدیہ کا اس بارہ میں کیا احکام اور رویّہ ہوگا- ہم نے ان کو اچھی طرح ذہن نشین کرایا کہ ہر احمدی پر بادشاہِ وقت کی اطاعت واجب ہے- اور کسی حالت میں بھی بادشاہ کے خلاف بغاوت درست نہیں- اس واسطے وہ باغیوں کا ساتھ نہ دیں- چنانچہ انہوں نے احمد یان خوست کو مطلع کیا- کہ وہ بغاوت میں شمولیت نہ کریں- اور وہ الگ رہے اور باغیوں کو جواب دے دیا-

باغیوں نے جب دیکھا- کہ احمدی ان کا ساتھ نہیں دیتے تو انہوں نے خود احمدیوں کے خلاف کارروائی کرنی لازمی سمجھی- چنانچہ انہوں نے سمت جنوبی کے احمدیوں کی جائدادوں کو اور املاک کو خوب لوٹا- اور لتاڑا- اور ان کو طرح طرح کی ایذا دی- باغیوں نے یہ بھی کہا- کہ امیر امان اللہ خان بھی قادیانی ہے- کیونکہ احمدی اس کے خلاف بغاوت میں شریک نہیں ہوئے-

قیام لوئی جرگہ: جس وقت امیر امان اللہ خان نے ملا عبداللہ عرف ملائے لنگ اور اس کے داماد ملاّ عبدالرشید عرف ملا دبنگ کو اور دوسرے سرکردگانِ منگل کو بغرض مشورہ وگفتگو کابل بلوایا- اور لوئی جرگہ کی بنیاد رکھی- (زوال غازی صفحہ۴۳) تو اس جرگہ میں بدورانِ گفتگو ملا عبداللہ نے یہ بات پیش کی- کہ ہمارا یہ خیال ہے- کہ امیر امان اللہ خان قادیانی ہوگیا ہے اس وجہ سے اس نے ایک

احمدی مبلغ کو کابل میں رہنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اور اگر وہ قادیانی نہیں ہے تو ہمارے شک کا ازالہ اس طرح کرسکتا ہے کہ اپنے باپ دادا کی طرح وہ بھی احمدیوں کو قتل کردے۔

گرفتاری مبلغِ احمدیت: چونکہ امیر امان اللہ خان بقول عزیز ہندی صفت تہوّر سے بےنصیب تھا (زوالِ غازی صفحہ ۳۲۵) اور اس کو یہ بھی فکر لاحق تھا۔ کہ کسی طرح منگل کی بغاوت فرو ہو جاوے۔ (زوالِ غازی صفحہ ۱۴۳-۱۴۴) تو اس نے اِس شرط کو تسلیم کرلیا اور ردّ کرنے کی جرات نہ کرسکا۔ رعیت کے ایک حصہ کو خوش کرنے کی غرض سے دوسرے حصہ کو ناراض کردیا۔ یعنی ان پر بلاوجہ ظلم روا رکھا۔

یہ بات تو ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ کہ اقوامِ منگل کے باغی احمدیان خوست سے صرف اسی وجہ سے ناراض تھے۔ کہ وہ بادشاہ وقت کے خلاف بغاوت میں شریک نہ ہوئے۔ اور یہ بات امیر امان اللہ خان نے اپنی قلم سے لکھے ہوئے خط میں تسلیم کی ہے۔ جو اس نے اٹلی سے اخبار زمیندار لاہور میں شائع کرایا تھا کہ اقوامِ منگل نے مجھے کافر اور قادیانی کہا تھا۔ پس اس کمزور طبع اور بےتہور بادشاہ نے بےگناہ احمدی مبلغ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ صرف اس واسطے کہ منگل خوش ہوں۔ اور مجھ سے ناراض نہ رہیں۔ میرا تخت و تاج سلامت رہے اور میں احمدی نہ کہلاؤں۔

فرمانِ نبوی: سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہٖ یعنی تم میں سے ہر ایک

راعی یا چوپان یا بادشاہ ہے- اور اس سے اس کی رعیت کے حقوق اور حفاظت کا سوال ہوگا- جب قرآن کریم نے صاف فرمایا ہے: کہ **لا اکراہ فی الدین** اور **لکم دینکم ولی دین** یعنی ہر شخص کو مذہبی آزادی کا حق ہے- اور کوئی شخص دوسرے مذہب میں جبر واکراہ سے دخل نہ دے- اور نہ صرف اختلافِ مذہب پر قتل کرے- اور خود اس نے ملک میں مذہبی آزادی کا اعلان کیا تھا- تو اس نے کیوں خدا تعالیٰ کے صریح احکام کے خلاف اور اپنے اعلان وفرمان کے خلاف ایک معصوم اور مظلوم احمدی مبلغ کو اپنے تخت وتاج کی سلامتی کے واسطے قربانی کا بکرا بنایا!!!؟

امیرِ کابل کی بے وفائی: نہایت افسوس ہے- کہ احمدیان سمت جنوبی نے اپنے بادشاہ کی اطاعت اور وفاداری کے ثبوت میں نقصانِ مال وجان قبول کیا- مگر باغیوں کا ساتھ نہ دیا- اور امیر امان اللہ خان بادشاہ نے اس وفادار حصہ رعیت کے حقوق اور مال وجان کی حفاظت نہ کی- اور ان کے نقصانات کی تلافی نہ کی- بلکہ الٹا اِن ہی باغیوں کے کہنے سے اپنے وفاداروں سے بے وفائی کی- اور نہ خدا اور اس کے رسول کی شریعت کا پاس کیا- اور نہ اپنے اعلان کا پابند رہا- اور **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** کی آیت کو بھول گیا- اور وفاداری کا معاوضہ وفاداری تھا نہ کہ بے وفائی-

آہ! افسوس کہ امیر حبیب اللہ خان کا فرزند اور امیر عبدالرحمٰن کا پوتا اپنے ظلم وزیادتی میں اپنے باپ اور دادا سے کم نہ نکلا اور آخر کار حضرت نعمت اللہ خان کو گرفتار کرلیا گیا- اور ایک فرضی مقدمہ ان پر چلایا- کہ جماعت احمدیہ

کے عقائد خلافِ اسلام ہیں۔ اور قاضی عبدالرحمٰن کوہ دامنی اور قاضی عبدالسمیع قندھاری نے فتویٰ کفر دے دیا۔ اور صرف اسی پر صبر نہ کیا بلکہ رجم کا حکم بھی دے دیا۔ اور عدالتِ عدلیہ نے بھی اس حکم کو برقرار رکھا۔ حضرت نعمت اللہ خان نے بھی عدالت عدلیہ میں خوب مفصل بحث کی۔ اور علماء کے فتاویٰ تکفیر غلط ثابت کر دیئے۔ مگر علمائے کابل تو امیر امان اللہ خان کے حکم کے تابع تھے۔ ان کو اصلیت اور حقیقت سے کیا کام تھا۔

ان دنوں میں جب کہ حضرت نعمت اللہ خان زندان میں اسیر تھا۔ اس کے دو تین خطوط مشتمل برحالات خود آئے۔ اور آخری چار صفحہ کا خط جیل سے آیا۔ جو پنسل سے لکھا ہوا تھا۔ اور اس کے بعد یومِ شہادت سے دو چار یوم قبل کا لکھا ہوا تھا۔ کہ دو تین دن میں آخری پیشی ہوگی۔ اور یہ آخری خط ہے۔ جو دھیمی روشنی میں لکھ رہا ہوں۔ اگرچہ عدالت عدلیہ پر اتمام حجت کر دی گئی تھی۔ مگر وہاں تو ''پیش گرگان گریہ میشی چہ شود'' پر عمل ہو رہا تھا۔ کیونکہ وہ بحکم **فدیناہ بذبح عظیم** یعنی ہم نے اس کے عوض میں بڑی قربانی دی۔ حضرت نعمت اللہ خاں کے قتل کے عوض میں تخت و تاج کو قائم رکھنا چاہتے تھے۔

تین بکروں کے ذبح ہونے کی خبر: خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ایام حیات میں ہی اطلاع دی تھی۔ کہ شاتان تذبحان کے بعد جو پوری ہو چکی تھی۔ یکم جنوری ۱۹۰۲ء کو خبر دی۔ کہ تین بکرے ذبح کئے جائیں گے۔ (البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۵) اگرچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بظاہر تین بکرے منگوا کر ذبح بھی کروائے۔ تاہم جو خدا تعالیٰ

کے ہاں مقدّ رہو چکا تھا - وہ ہو کر رہتا تھا - اور حضرت نعمت اللہ خان ان تینوں میں سے پہلا قربانی کا بکرا بنا -

آخری خط : حضرت نعمت اللہ خان نے آخری خط میں جن خیالات کا اظہار کیا تھا - اس کا ایک حصہ ہم نے فارسی نظم میں منظوم کیا تھا - جو درج ذیل ہے - اور اصل خط حضرت خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ کو بمقام قادیان ارسال کر دیا تھا - جو وہاں محفوظ ہے -

جذباتِ حضرت نعمت اللہ خان در زندانِ کابل

اے خدا من از تو استدعا دریں زنداں کنم
جان فدائے دین کنم سَرور رہت قرباں کنم
من نمے خواہم کہ از زندانِ مرا بیروں کشی
بلکہ می خواہم کہ بر اسلام قربان جان کنم
مقصدم اعلائے دین ست و مراکن کامیاب
نقشِ صدقِ احمدیت بر دلِ افغان کنم
چوں نمی ترسم زکشتن پس چرا خواہم نجات
بلکہ خونم قطرہ قطرہ در رہت افشان کنم
گر قضائے تو بمرگم رفتہ باشد راضی ام
تا کہ ذراتِ وجودم در رہت پرّان کنم
استقامت بخش تا ثابت قدم باشم بمرگ
تا کہ حسبِ بیعتِ خود من وفا پیماں کنم

بیشتر از پیشتر یا رب مرا اخلاص دِہ
تا ازاں من اِزدیادِ لذتِ ایمان کنم

مومن باللہ باشم امتِّ خیر الرسل
جاں فدا بر احمدِ موعود و ہم قرآں کنم

چوں بکابل جمع گردد بہر رجم مجمعے
صدق کیشِ احمدیّت رابخون اعلان کنم

آنچناں ثابت قدم باشم دراں بارانِ سنگ
تا بر استقلالِ خود اعدائے خود حیراں کنم

وقت قتلم جنگ باشد در من و شیطانِ من
یاورم باشی کہ من مفتوح آں میدان کنم

جسم گر مغلوب گردد روحِ من آزاد باد
تاسبک پرواز سوئے جنتِ رضوان کنم

آنچہ در وقتِ شہادت کر دہ بُد عبداللطیف
اندریں آواں ہماں من نعمت اللہ خاں کنم

یوسف محزوں سلامم را باخوانم رساں
عاقبت محمود باشد ایں دعا الآں کنم

(درِعدن فارسی صفحہ ۴۳)

واقعہ شہادت: چند ماہ قید و بند میں رہ کراوراس آخری خط سے دو چار روز بعد آخری دفعہ عدالت عدلیہ میں پیش ہوئے اور حکم کفر و رجم سنا دیا گیا۔ اور ایک دن بغرضِ رجم مقرر ہوا۔ اور زنداں سے چھاؤنی شیر پور تک پابہ جولان ایک جم غفیر کے اندر گھرا ہوا مقتل کی طرف لے جایا گیا ایک میدان میں بارکوں

کے نزدیک ایک گڑھا اڑھائی فٹ گہرا کھودا گیا- اور حضرت نعمت اللہ خان نے نمازِ عصرادا کرنے کی اجازت حاصل کی- اور بعدازادائے نمازان کو آدھا زمین کے اندر گاڑا گیا- حضرت نعمت اللہ خاں نے آخری دفعہ باشندگان کابل پر اتمام حجت کر دی- کہ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آوازاعلان فرمارہے ہیں کہ:

من صلّٰی صلاتنا و استقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم(رواہ البخاری)

یعنی جو شخص ہماری مقرر کردہ نماز ادا کرتا ہو اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز میں رخ کرتا ہو- اور ہمارے ہاتھ کا ذبح حلال جان کر کھاتا ہو تو یہی تو مسلمان ہے- تم ان کو کس طرح کافر قرار دے دیتے ہو- قرآن کریم نے صاف فرمایا ہے- کہ **من قتل مومناً متعمداً فجزاء ہ جھنم** یعنی جو ایک مومن مسلمان کو عمداً قتل کرتا ہے- تو وہ یقینی جہنمی ہے-

اس صریح احکام شریعت سے جو خدا اور اس کے رسول نے دیئے ہیں- رُو گردان ہو کر علمائے کابل نے ایک مومن باعمل کو گھیرے میں لے لیا- اور آدھا گاڑ کر اس پر پتھر چلائے- حضرت نعمت اللہ خان نے رو بہ قبلہ ہو کر بآوازِ بلند کلمہ شہادت پڑھا-

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ-

یہی الفاظ دوہراتا رہا- اور جاں بحق ہوا- اور چند منٹوں میں اس پر سنگ ریزوں کا تودہ قائم ہو گیا- اور جسم مبارک نظروں سے پنہاں ہوا- اور روحِ مبارک سرخرو ہو کر اپنے معبود حقیقی کی طرف پرواز کر گئی- **انا للہ و انا الیہ راجعون-**

یہ واقعہ دوشنبہ ۲۹ر محرم الحرام ۱۳۴۳ھ مطابق ۳۱ر جولائی ۱۹۲۴ء کو ظہور میں آیا- اور بہت جلد ساری سرحدات افغانستان تک یہ خبر پھیل گئی اور ہندوستان کے اخبارات نے اس کو اطراف عالم میں یورپ اور امریکہ تک پہنچا دیا- اور مہذّب دنیا نے افغانوں کی وحشت اور بربریّت پر دل کھول کر مضامین لکھے اور نفرت کی آراء پاس کیں-

خاکسار اس وقت مانسہرہ ضلع ہزارہ میں بغرض سیر گیا تھا- اور وہاں ہی اس واقعہ شہادت کا علم ہوا- اسی وقت پشاور روانہ ہوا- اور دل میں سخت درد تھا- اور آنکھوں سے خون پانی ہو کر نکل رہا تھا- اور بہ چشم پرنم جو اس وقت چند اشعار فارسی زبان سے نکلے- وہ درج ذیل ہیں- اور اخبار الفضل مورخہ ستمبر ۱۹۲۴ء میں شائع ہو چکے ہیں-

مرثیہ شہید نوجوان حضرت نعمت اللہ خان پنجشیری

اے شہیدِ نوجوان زاں جاں کہ قرباں کردہٖ
مرحبا صد مرحبا بر ما چہ احساں کردہٖ !

نعمت اللہ خاں چہ خوش مردانہ دادیِ جانِ خویش
حبّذا صد آفرین کار نمایاں کردہٖ

سنگ باریدند مردم سویت از جہل و عناد
سُرخرو گشتی چو تنِ در خون غلطاں کردہٖ

جسمِ تو مجروح سنگ و روح تو مرفوع شد
پیش مولیٰ رفتی و جائیت برضواں کردہٖ

تو رضائے حق نمودی حق ز تو راضی شود
تو ز فعل خود نمایاں صدقِ ایماں کردہٖ
جاں بدادی و ندادی گوھرِ ایمان ز دست
واہ چہ خوش مردانگی ثابت بہ افغاں کردہٖ
ظلمِ کابل کم نہ بُد بہرت ز ظلمِ کربلا
چوں حسیں ثابت قدم خود را بمیداں کردہٖ
احمدی بُودی فدا گشتی پے تبلیغ دیں
حسب بیعت اے جری ایفائے پیماں کردہٖ

خطاب بہ امیر امان اللہ خان

خانہء ظلم است ویراں ظالم مظلوم کُش
خانہ خود چوں ز دستِ خویش ویراں کردہٖ
نعمت اللہ خاں تو کشتی اے امان اللہ مگر
آنچہ انجام تو باشد خلق حیراں کردہٖ
عبرت از حالِ پدر گیر آنکہ کشت عبداللطیف
ایکہ بر ایں بے کسے از سنگ باراں کردہٖ
نعمت اللہ خاں شہید نوجواں کشتہ نشد
بلکہ بازی تو بخونِ خویش ناداں کردہٖ
تو ز ما گشتی جدا ومن ز ہجرت خستہ دل
ایں دو چشم یوسفِ محزون گریاں کردہٖ

۱۰رستمبر۱۹۲۴ء (درِعدن فارسی صفحہ ۳۸-۳۹)

مرثیہ ثانیہ

اے شہید امت احمد نبی صد مرحبا
عہدِ بیعت را وفا بنمودی از صدق و صفا
نعمت اللہ خاں تو گشتی ثانئے عبداللطیف
سر فدائے حق نمودی چوں حسینؑ در کربلا
یاد ایامیکہ گفتی سر فدائے دین کنم
از عمل ثابت نمودی آنچہ بُد قولِ شما
جاں بدادی ونداد ی گوھر ایماں ز دست
آنچہ تو کردی ہمیں کردند مردانِ خُدا
مےسزد گر بر تو نازَد سر زمینِ پنج شیر
کم بزائد مادرے دُرّے بمثلت بے بہا!
نوجوانِ خوب وضع و خوب شکل و خوب رُو
نیک سیرت پاک خوی و خوش کلام و باصفا
احمدیؒ و مردِ صالح باحیا و با ادب
مولویؒ و عالم و پرہیزگار و پارسا
مومن باللہ غلامِ حضرت فخر الرسل
عاملِ قرآن مطیع احمد خیر الوراء
سنگ باریدند افغاں ز انکہ بُودی احمدی
واہ چہ خوش ثابت قدم ثابت شدی در ابتلا
گوہر جانت زسنگِ کیں شکستند و مگر
بیشتر از پیشتر شد قیمتش در چشمِ ما

جسمِ تو شد زیرِ سنگ و روح تو مرفوع باد
سُرخرو باشی بہ پیش حضرتِ ربّ السماء
چوں مقدم حسب بیعت دیں بہ دُنیا کردہ
تو رضائے حق نمودی حق ز تو باشد رضا
مسکنت بادا بجنّت نزد آں خیر الرسل
ہم بقُرب احمد موعود ختم الاولیاء
صد ہزاراں رحمتے بر عبدِ رحمانِ[۱] شہید
نیز بر عبداللطیف[۲] ''فخرامت''[۱] باصفا
صد ہزاراں رحمتے بر سید سلطان[۳] شہید
نیز بر رُوحِ سعید[۲] و ہم عمر جان[۳] باصفا
صد ہزاراں رحمتے حق بر روانِ پاک تو
نعمت اللہ خان شہید نوجوان مردِ خدا
آہ نگرفتہ است ظالم عبرت از حالِ پدر
کرد تجدید تظلُّم تا بہ بیند خود سزا
خونِ ناحق ریختن گاہے نماندے بدل
سنت اللہ ہست باشد بہر ہر فعلے جزا
بست و نہم از محرّم رُوزِ بُد یوم الاحد
اے سرَت گردم چو کردی سَر براہِ دین فدا
سَر بحبیب انداختہ یوسف پے تاریخ قتل
گو بکابل رجم شد آں نعمت اللہ با وفا

۱۳۴۳ھ (درِعدن فارسی صفحہ ۴۰،۴۲)

---

[۱]-۱۳۲۱ھ
[۲]و [۳]-صاحبزادگان حضرت شہید مرحوم

فصل سوم

شہادت حضرت مولانا عبدالحلیمؒ وحضرت قاری نور علیؒ

سردار علی احمد جان: سردار علی احمد جان [1] جو جنگ افغانستان کے اختتام پر اگست ۱۹۱۹ء میں حکومتِ افغانستان کی طرف سے بطور نمائندہ راولپنڈی کانفرنس میں تشریف لائے تھے- وہ والدہ امیر امان اللہ خان کے بھتیجے اور داماد تھے- (دیکھو زوال غازی صفحہ ۹)

صلح کانفرنس کے بعد کچھ وجوہ ایسے پیدا ہوئے- کہ امیر امان اللہ خان نے اس کو کابل میں نظر بند کر دیا- اور آخر پھوپھی کی سفارش سے آزاد کر دئے گئے اور ۱۹۲۴ء بغاوت منگل کے فرو کرنے کی غرض سے امیر امان اللہ خاں نے ان کو خوست روانہ کیا بغاوت کے فرو کرنے کے بعد فاتح منگل کہلاتے تھے- (زوال غازی صفحہ ۱۰)

اس نے حکومت افغانستان کی طرف سے بغاوتِ منگل فرو کرنے کی غرض سے ملا عبداللہ عرف ملائے لنگ سے لوئی جرگہ میں جو عہد و پیمان کئے تھے- ان میں چند احمدیوں کا قتل کیا جانا طے پایا تھا- امیر امان اللہ خان نے اپنی مہر اور دستخطوں سے قرآن کریم پر اس مضمون کا حلف اٹھا کر بھیجا تھا-

---

[1] سردار علی احمد جان والی خلف سردار خوشدل خان لوہے نائب خلف سردار مہردل خان قندہاری تھا- اس کی والدہ امیر دوست محمد خان کی لڑکی تھی- علیا............سردار علی احمد جان بارک زائی نے ہندوستان میں تعلیم حاصل کی- ۱۹۰۴ء میں سردار عنایت اللہ خان کے ساتھ اور ۱۹۱۷ء میں امیر حبیب اللہ خان کے ساتھ سیر ہند پر آیا تھا-

(زوال غازی صفحہ ۲۳۸)

بالفاظ دیگر حضرت نعمت اللہ خان شہیدؒ، حضرت مولانا عبدالحلیم شہیدؒ اور حضرت قاری نور علی شہیدؒ کے قتل ہونے کی تمام تر ذمہ داری امیر امان اللہ خان، سردار علی احمد جان اور ملا عبداللہ ملا ئے لنگ پر تھی - اور یہی تینوں ان تین مظلوموں کے قتل کے باعث تھے - اور صلح منگل کی خوشی میں یہ تین احمدی قربانی کے بکرے بنائے گئے - تاکہ ان کا صدقہ دے کر حکومت امانیہ کو سلامت رکھا جاوے -

گرفتاری حضرت مولوی عبدالحلیم و مولوی قاری نور علیؒ

امیر امان اللہ خان نے اقوامِ منگل کو خوش کرنے کی غرض سے اپنی فطری بزدلی سے کام لیا - اور حضرت نعمت اللہ خان کی شہادت پر قانع نہ ہوا - اور چند اور احمدیوں کی تلاش میں ہوا - آخر قرعہ فال حضرت مولانا عبدالحلیم احمدی ساکن چارآسیا (کابل) اور قاری نور علی احمدی باشندہ شہر کابل کے نام پڑا - ہر دو کے ذمہ یہ الزام قائم کئے کہ یہ ان احمدیوں[۳] کی ملاقات کے واسطے سفارت خانہ برطانیہ میں گئے تھے - جو سفارت خانہ میں ملازم تھے - اور یہ کہ وہ خود بھی احمدی ہیں - بقول مسٹر انگس ہملٹن کسی باشندہ افغانستان کے واسطے

---

[۱] آپ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کے شاگرد تھے - اور عالم پارسا متقی اور صوفی آدمی تھے - [۲] قاری نور علی صاحب حضرت خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب کے شاگرد تھے اور بہت مخلص خوش اخلاق باخدا انسان تھے - [۳] حضرت مولانا غلام حسن جان رضی اللہ عنہ کے فرزند مولوی عبداللہ جان صاحب کابل کے برطانوی سفارت خانہ میں میر منشی تھے - اور اکثر کابل کے احمدی ان سے ملنے آتے جاتے - حضرت مولوی عبدالحلیم صاحب، حضرت قاری نور علی صاحب اور مولوی محمد رسول صاحب، ڈاکٹر فضل کریم صاحب احمدی سے سفارت خانہ میں بھی اسی غرض کے لئے آئے - یہ بھائیوں کی ملاقات جو محض للہ تھی - جرم قرار پائی -

سفارت خانہ برطانیہ میں جانا یا ان کے ملازموں سے ملنا حکومت افغانستان کے نزدیک ایک ناقابل معافی جرم ہے- بلکہ جو شخص عمارتِ سفارت کے نزدیک گھومتا پایا جاوے- تو اس کو بھی سزا دی جاتی ہے- یہ سزا صرف قید ہی نہیں بلکہ یہ ایک ناتحریر شدہ قانون ہو چکا ہے- لوگ جہاں تک ہو سکے سفیر برطانیہ اور اس کے ساتھیوں سے دور رہیں-

(دیکھو کتاب افغانستان صفحہ ۲۷۳-۲۷۴)

فیصلہ عدالت عدلیہ: حضرت مولانا عبدالحلیمؒ اور حضرت قاری نور علیؒ دونوں کو گرفتار کر لیا گیا- اور قاضی عبدالرحمٰن کوہ دامنی کے پاس پیش کیا گیا- جہاں سے فتویٰ کفر و رجم دیا گیا- اور عدالتِ عدلیہ نے برقرار رکھا- اور رکھنا تھا بھی- کیونکہ کوئی بے گناہی اور بے قصوری کا تو سوال ہی نہ تھا- انہوں نے خواہ مخواہ چند مظلوموں کو مارنا تھا کہ تخت و تاج بچایا جاوے- ان کے واسطے وہ سزا تجویز کی- جو از روئے قرآن کریم ہمیشہ کفار کی طرف سے **لنرجمنکم اولیمسنکم منا عذاب الیم** کی صورت میں مومنین اور انصارِ رسولِ وقت کے لئے تجویز ہوتی رہی ہے- یعنی مومنوں کو فتویٰ دیا جاتا- کہ ان کو ضرور سنگسار کیا جاوے- یا عذاب شدید میں مبتلا کیا جاوے-

واقعہ شہادت: ایک دن مقرر ہوا اور جب وہ دن آیا- تو علماء اور باشندگان شہر میں سے ایک انبوہ کثیر بصورتِ جلوس زندان کے سامنے جمع ہوا اور ہر دو مظلوم احمدیوں کو پابہ جولاں نکال کر شیر پور چھاؤنی کی طرف لے جایا گیا- اور ایک میدان میں گڑھا کھودا گیا- تا کہ ان کو آدھا گاڑ کر ان پر بارانِ

سنگ کیا جاوے اور ہر دو مظلوموں نے اپنے قاتلوں سے درخواست کی- کہ عصر کی نماز باجماعت ادا کرنے کا موقعہ دیا جائے- چنانچہ موقع دیا گیا اور ہر دو مظلوموں نے نمازِ عصر باجماعت نہایت خشوع اور خضوع سے ادا کی- اور اپنے قاتلوں پر خاموشی سے اتمامِ حجت کر دی- کہ وہ کن کو قتل کر رہے ہیں- ان کو جو(۱) ایمان باللہ رکھتے ہیں- (۲) ایمان بالقرآن رکھتے ہیں- (۳) ایمان بمحمدؐ رکھتے ہیں- (۴) ایمان بالصلوٰۃ رکھتے ہیں- (۵) ایمان بالکعبہ رکھتے ہیں- (۶) ایمان بالآخرت رکھتے ہیں!

پس مومنوں کے قاتل من قتل موмناً متعمداً کے فرمانِ خداوندی کے تحت میں آ چکے- اور خدا تعالیٰ کے حضور مجرم بن چکے-

حضرت مولانا عبدالحلیم اور حضرت قاری نور علی نے بعد از فراغت نماز اپنے قاتلوں کے سَرکردہ سے کہا- کہ ہم کو گاڑنے کی ضرورت نہیں- ہم قبلہ رُخ بیٹھے رہتے ہیں- اور آپ اپنا کام کریں- فاقض ما انت قاض یعنی کرو- جو تمہاری مرضی ہو- اور ہر دو نے بلند آواز سے کلمہ شہادت ادا کرنا شروع کیا-

نشهد ان لا اله الا الله و نشهد ان محمداً رسول الله

قاتلوں نے چاروں اطراف سے پتھروں کی بارش شروع کر دی- اور چند منٹوں میں ہر دو شہید تودۂ سنگ کے نیچے نظروں سے پوشیدہ ہو گئے- ان کی مبارک روحیں ان کے پاک اجسام سے جدا ہو گئیں- اور اپنے معبود حقیقی کی طرف سرخرو ہو کر پرواز کر گئیں- ان کے اجسام مطّہرہ پتھروں کے نیچے مدفون

ہو گئے-انا للہ و انا الیہ راجعون-

یہ دن پنج شنبہ کا تھا اور تاریخ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۴۳ھ مطابق ۶ رفروری ۱۹۲۵ء تھا-

ہم نے اپنے قابل عزت بھائیوں کی یاد میں ایک مرثیہ ان دنوں میں لکھا تھا جو کہ اخبار الفضل مورخہ ۲۴ جون ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا تھا-اور وہ یہ ہے-

مرثیہ بزبان فارسی

حبّذا نور علی صد مرحبا عبدالحلیم
احمدی بودید زاں گشتید در کابل رجیم
ہمتِ مرداں نمودید آفریں صد آفریں
کُشتہ گشتید و نگشتید از صراط مستقیم
غیرتِ افغاں کجادارد روا مرتد شود!
چوں بہ بیند جانِ خود در معرضِ امید و بیم
احمدی افغاں دہد جاں لیک ایمان را زِ دست
گونخواہد داد گر گردو ز سرتاپا دو نیم
احمدیت عین اسلام ست و مومن احمدی ست
مومناں را نام مرتد مے نہد مردِ لئیم
چیست جرمِ شاں بجز ایمان باللہ داشتن
نیز ایمان بالمحمدؐ یا بقرآنِ کریم
احمدِ موعود نگرفتہ ست بیعت از کسے
غیر ایں ۲ امر تا ہیتم مامردم علیم

گرچنیں کفرست ما را الحمدللہ کافریم
فارغیم از کفر و اسلام تو اے مردِ خصیم
دوزخ و جنّت اگر در قبضہء مولائے ماست
توچساں باشی قسیم جنّت و نارِ جہیم
اے مکفّر احمد آمد تا ترا مومن کند
تو او رَا کافر بگفتی حسبِ دستورِ قدیم
احمدی را کافرے گفتن و کُشتن ناروا ست
نزد مردان سر پُرمغز باقلب سلیم
نیست مرتد احمدی نَے رجم مرتد را رو است
حسب قرآن و حدیث وحسب ایں دینِ قدیم
کارِ مومن رجم مومن کَے بَود جز کافرے
رو بخواں یٰسین و مریم ہُود و شعراء اے فہیم
احمدی را مخبر اغیار گفتن افتراء است
دامنِ شانِ پاک زیں جرم است واللہ العلیم
افترا سہل است لیکن مشکل افتد اَن زماں
چوں ثبوت از مفتری خواھد خداوندِ عظیم
لعنتِ حق بر روانِ مُخبر و ہم مفتری ست
نزد احمد ہر دو فعلے ہست جرم بَس فخیم
اتباعِ بادشاہ بر احمدیاں واجب است
گر بود او مسلمے یا کافر دینِ قویم !

اے امان اللہ سلطانِ است ظل اللہ بملک
پَیرو ہر کیش مے باشد بفرمانش سلیم
خود خُدا گفتہ است لَااِکْراہَ در قرآنِ پاک
نیز آزادیٔ مذہب را نمودی تو رقیم
پس خلاف حکم قرآن نیز فرمانِ خودت
چوں کُشی خدام احمد چوں کنی ظلمِ عظیم
گر خدا ہست و قیامت یعنی روزِ باز پُرس
پس ز عہد خود مخالف را بود اخذِ الیم
گر شود کافر کسے کو گفت عیسیٰ را وفات
فوت کو گوید محمد را چہ باشد آں اثیم
آہ بُد یوم الخمیس عاشورہ شہر رجب
چوں دو سَرو باغِ احمد اوفتادہ کالصریم
بود ہجری یک ہزار و سہ صد و ہم چہل و سہ
تازہ در کابل چو شد از کربلا رسمِ قدیم
سر فرو یوسف نمود بعد قطع لب بگفت
مامنِ روح شما بادا بجنّاتُ النعیم

۱۳۴۳ھ (درِعدن فارسی صفحہ ۴۶-۴۸)

فصل چہارم

بعض اخبارات لاہور کا ناپاک پروپیگنڈا

ظلم کی خلافِ حکم قرآں تائید: امیر امان اللہ خان اور اس کے علماء نے تین احمدیوں کو محض بے گناہ صرف باغیان خوست کے خوش کرنے کی غرض سے قتل کرا دیا تھا، اور کسی مسلمان کو کیا ایک مرتد اسلام کو بھی پتھروں سے قتل کرنے (رجم) کا جواز قرآنِ کریم میں موجود نہیں - اور نہ کسی صحیح حدیث میں موجود ہے - کہ اختلافِ عقائد پر کسی مسلمان کو یا مرتد کو سنگسار کیا جاوے - مگر باوجود اس کے ہندوستان و پنجاب کے بعض ...... ایڈیٹران اخبارات وغیرہ نے سعی ناکام کی - کہ کسی طرح امیر امان اللہ خان کو شرعی اور معقول جواز مل جائے مگر یہ سب کچھ محض غلط تھا - کیونکہ اختلاف عقائد پر رجم کرنا کبھی کسی مومن گروہ کا کام نہیں ہوا - البتہ سورہ یٰسین، سورہ ہود، سورہ الشعراء اور سورہ مریم میں کفار کی طرف سے مومنوں کو رجم کا فتویٰ اور دھمکی ملتی رہی ہے ......

......

...... ایک ایڈیٹر[1] اخبار لاہور اور علمائے دیوبند پیش پیش رہے - اور عند الشریعت رجم کے جواز پر بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے - مگر سب نابود حضرت مولانا شیر علی نے قتل مرتد پر لاجواب کتاب تحریر کی - اور قائلانِ قتلِ مرتد کے قلموں کو توڑ کے رکھ دیا - آخر کار ...... ان کو یہ سوجھا - کہ چلو یہ

---

[1] ایک مخالف ایڈیٹر اخبار جو احمدیت کا سخت مخالف تھا - بالآخر فالج کے مرض میں گرفتار ہوا - اور عرصہ دراز بیمار رہ کر ۱۹۵۶ء میں مر گیا -

الزام دھر دو- کہ جماعت احمدیہ کے افراد گورنمنٹ برطانیہ کے مخبری کرتے ہیں- اور اسی جرم کے یہ مظلوم بھی مرتکب ہوئے ہیں- حالانکہ خدا تعالیٰ گواہ ہے- کہ مخبری کا فعل شنیع ہمارے مخالف ملاؤں کا پیشہ اور شیوہ ہے- اور ہم احمدی اپنے ملک و ملّت اور حکمران کے خلاف مخبری کو ایک لعنتی کام جانتے ہیں- ہمارا تو طرّہ امتیاز یہی ہے کہ ہندوستان میں ایک عیسائی بادشاہ کے ماتحت رہ کر ہم فرمانبردار اور امن پسند اور تابعدار وفادار ہیں- تو جو احمدی ہندوستان سے باہر دوسرے مما لک میں ہیں- مثلاً عراق، افغانستان، ایران، ترکیہ، شام، عرب، مصر، چین، جاپان اور جزائر زیر قبضہ ہالینڈ میں وہ اپنے ملک اور بادشاہ کی وفادار رعیت ہیں-

ہم احمدی اپنے ملک کی حکومت کی وفاداری اور تابعداری اور بادشاہ وقت کی اطاعت اپنی مذہبی تعلیم کے ماتحت کرتے ہیں- نہ کسی لالچ سے نہ خوشامد سے مگر ہمارے مخالف جو ہم پر خوشامدی ہونے کا الزام دیتے ہیں- ان میں سے ایک حصہ زبان سے حکومت کے خیر خواہ خوشامدی اور دل سے مخالف اور بدخواہ ہوتے ہیں صرف اغراض دنیاوی کے ماتحت اور اپنی ذاتی فوائد کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں- اور اپنے نفاق کا ثبوت دیتے ہیں- اور ایک حصہ تو ایسا ہے جو دل سے گورنمنٹ کا خیر خواہ اور مددگار ہوتا ہے- اور ان کے جوان فوجوں اور رسالوں میں بھرتی ہوتے ہیں- اور اپنے ہم مذہب لوگوں کے خلاف میدانِ جنگ میں اترتے ہیں- اور بالعوض تنخواہیں اور جاگیریں اور انعامات اور خطابات حاصل کرتے ہیں- اور ایک حصہ محض خطابات اور انعامات اور جاگیروں اور تنخواہوں کی غرض سے ہر ایک امر پر کمر بستہ ہوتا ہے

اپنے ہم مذہبوں کی چغلیاں کھانا - اور مخبریاں کرنا اپنا پیشہ بنا رکھا ہے یا اپنی حکومت کی مخبری دوسرے ممالک مثلاً روس وغیرہ کے پاس کرتے ہیں- پس جیسا کہ وہ خود غدار اور بے وفا اور باغی اور لالچی ہوتے ہیں- اسی قسم کا ہر ایک کو خیال کرتے ہیں-

چیلنج حلف مؤکّد بعذاب دربارہ مخبری

کیا کوئی ہے- جو ہمارے ذمہ حلف مؤکّد بعذاب اٹھا کر ثبوت دے سکے- کہ ہم میں سے کس نے اور کب اور کہاں مخبری اور خبر رسانی کا ناپاک فعل کیا اور اس کے عوض میں گورنمنٹ سے کوئی خطابات، جاگیریں یا انعامات حاصل کئے ہوں- ہم یقین دلاتے ہیں- کہ ایک احمدی کے خلاف بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا-

بعض افراد کی اسلام دشمنی: کیا ہمارے معترضین ...... بتا سکتے ہیں کہ ہندوستان سے جو مسلمان پیادہ اور سوار پلٹنوں میں ملازم ہو کر ایران پر، عراق پر، کاظمین پر، کربلا پر، نجف پر، بغداد پر، حجاز میں، عدن میں، مصر میں، فلسطین میں، قسطنطنیہ میں مسلمان بادشاہوں اور خلیفۃ المسلمین کے خلاف نبرد آزما ہوئے- اور اپنے مقدس مقامات کو پامال کیا- اور اپنے ہم مذہب جوانوں کو قتل کیا- ان کی ازواج کو بیوہ کیا- ان کی اولاد کو یتیم کیا- اور ان کے املاک پر ہاتھ صاف کئے- اور ان کے ملک کو چھینا- یہ تمام احمدی تھے- پھر کون تھے؟ بس کس منہ سے ہم پر وہ یہ اعتراض کرتے ہیں جس کے مرتکب دراصل وہ خود ہیں-

ایک شخص مدیر اخبار لاہور بالآخر خدا کے غضب کی گرفت میں آیا اور فالج میں گرفتار ہو کر دنیا سے رخصت ہوا۔ اور اپنے اعمال بد کا نتیجہ پا گیا۔

پس جو لوگ جماعت احمدیہ پر یہ ناپاک الزامات لگاتے ہیں۔ وہ توبہ کریں ورنہ خدا تعالیٰ کی طرف سے روز باز پُرس مقرر ہے۔ اور اس کے واسطے وہ خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوں گے۔ اور ضرور ہوں گے۔

لاہور کا ایک گروہ: لاہور کے کچھ لوگوں نے جو پرانے دشمن خاندان و جماعت مبایعین تھے۔ محض ذاتی بغض و عناد کی بنا پر جماعت کی مخالفت کی اور حسد کی وجہ سے کہ شہداء کی قربانیاں ہماری جماعت کے اندر کیوں ظاہر ہوئیں۔ ہمارے مخالفوں کا ساتھ دیا لیکن ناکام رہے۔

بعض معاندین کا جوشِ انتقام: ایک ایسے شخص اور اس کے رفقا کے خلاف ان کے خیالات کی تردید میں اردو اور فارسی میں بعض نظمیں لکھی تھیں۔ جو اخبارات قادیان میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ نومبر ۱۹۲۷ء میں ہم نے ان کا ایک مجموعہ فارسی اردو میں شائع کیا۔ اور اس کا نام درِّ عدن رکھا۔ ہم نے اپنی نظموں کے ساتھ وہ نظمیں بھی ضم کر دیں۔ جو حضرت سید عبداللطیف شہید اور دوسرے شہدا کی وفات پر اخبارات سلسلہ میں شائع کی تھیں۔

ان کو ان رسالوں کی اشاعت سخت ناگوار تھی۔ مگر وہ کوئی صورت ان کی اشاعت کو روکنے کی نہ کر سکتے تھے۔ مگر سخت تلملاتے رہے۔

آغاز دسمبر ۱۹۲۷ء امیر امان اللہ خان بارادہ سفرِ یورپ کابل سے

براہِ قندھار چمن اور کوئٹہ ہندوستان آیا۔ اور یورپ کو جاتا رہا......... ان لوگوں کو درّ عدن کو ضبط کرانے اور راقم کو مقدمات میں پھنسانے کی نیت سے یہ سوجھا کہ اچھا موقع ہاتھ آیا ہے۔ اور یہ ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ تب انہوں نے اس طرح ایک ناپاک پراپیگنڈا لاہور کے ایک اخبار میں شروع کیا کہ اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خان مسلمانوں کا بادشاہ ہے اور سات کڑوڑ مسلمانانِ ہند کا محبوب ہے۔ اور قیصر ہند کا مہمان ہو کر ہندوستان آیا۔ اور عین اسی وقت قاضی محمد یوسف نے سرکاری ملازم ہو کر اس کے خلاف درعدن شائع کی اور اس میں امیر امان اللہ خان کو گالیاں دی گئیں۔ اور بُرا کہا گیا اور اس کی ہتک کی گئی۔ لہٰذا گورنمنٹ برطانیہ اس کو گرفتار کرے اور اس پر مقدمہ چلائے۔ اور اس کو سخت سے سخت سزا دے۔

لاہور کے ایک اخبار نے خود بھی اس پر بار بار مضامین لکھے۔ اور دوسرے اخبارات نے ....

.....................اس پر برابر مضامین لکھے۔ اور خوب زور لگایا۔

پشاور کے ایک صاحب جو ایک پنشنر انسپکٹر آف پولیس تھے۔ اور جماعت کے مخالف تھے اور ان کے ساتھیوں .... وغیرہ نے خاکسار کے خلاف پورا زور قلم صرف کیا۔ جو ناپ شناب آیا لکھا۔ اور دل میں خیال کیا کہ بس وہ چاروں طرف سے ہم کو گھیر چکے ہیں۔ اور اب زمین پر ہم کو ان کی گرفت سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ مگر جس کا خدا محافظ ہو۔ بھلا اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے اور یہ نادان اس قدر بے خبر تھے۔ کہ خاکسار نے جو کچھ امیر امان اللہ خان کے بارہ میں لکھا تھا۔ وہ تو صرف بطور پند و نصیحت تھا۔ کہ محض اختلاف

عقائد یا خیالات پر چند مظلوم مسلمانوں کو بدترین سزا دی - اور ان کو بے گناہ قتل کر دیا - خدا اور قیامت سے نہ ڈرا - یہ خونِ ناحق آخر رنگ لائے گا - اور دنیا کے واسطے درسِ عبرت چھوڑ جائے گا -

خدا کا ہاتھ اور اس کا فیصلہ: انہوں نے سلطنت برطانیہ کے منصف مزاج اور انسانیت پرور مہذب افسروں کو بھی اپنی طرح کور دل اور بد باطن خیال کیا تھا - کہ وہ ان کی لغو تحریرات سے متاثر ہوں گے -مگر ہمارا خدا جو غیور خدا ہے - اور ایک مومن کے واسطے اس کو بڑی غیرت ہے - اس نے ایک طرف افسرانِ برطانیہ کو عدل و انصاف پر قائم رکھا نہ ہم سے کوئی قانونی گرفت درست سمجھی - اور نہ ہماری ملازمت کو کوئی نقصان پہنچ سکا - اور نہ ان بدطینتوں کو خوشی کا موقعہ دیا بلکہ ان کے اس .... محبوب کو بعد از مراجعت سفر افغانستان کے تخت و تاج سے محروم کر کے کابل سے ہمیشہ کے واسطے رخصت کر دیا - اور یہ اسی سال کے آخری حصہ میں کر دکھایا - اور سب جان نثار اپنا سامنہ لے کر دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے -

جن اشعار کی بنا پر اس قدر شور مچایا تھا - وہ یہ تھے - ناظرین خود انصاف کریں کہ اس میں کونسی گالی یا بدزبانی استعمال ہوئی ہے - یا کون سی ہتک کی گئی - یا صرف بطور ہمدردی امیر امان اللہ خان کے ظلم پر اظہار افسوس اور نصیحت کی گئی ہے -

خانہء ظلم است ویران ظالمِ مظلوم کُش
خانہء خود چوں زِ دست خویش ویراں کردہٖ

نعمت اللہ خان تو کُشتی اے امان اللہ مگر !

آنچہ انجام تو باشد خلق حیران کردہ

عبرت از حالِ پدر گیر آنکہ کُشت عبداللطیف

اے کہ بر ایں بے کسے از سنگ باراں کردہ

نعمت اللہ خان شہیدِ نوجواں کُشتہ نشد

بلکہ بازی تو بخونِ خویش ناداں کردہ

آہ نگرفت است ظالم عبرت از حالِ پدر

کرد تجدید تظلّم تا بہ بیند خود سزا

خونِ ناحق ریختن گاہے نہ ماندے بدل

سنت اللہ ہست باشد بہر ہر فعلے جزا

خودخدا گفتہ است لااکراہ در قرآنِ پاک

نیز آزادئ مذہب را نمودی تو رقیم

پس خلافِ حکم قرآن نیز فرمانِ خودت

چوں کُشتی خدامِ احمد چوں کنی ظلمِ عظیم

گر خدا ہست و قیامت یعنی روزِ باز پرس

پس ز عہدِ خود مخالف را بود اخذِ الیم

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو- کہ کیا وہ امیر جس نے ان مظلوموں کو خلاف تعلیم قرآن اور خلاف اپنے اعلانِ آزادئ مذہب کے قتل و رجم کر دیا- ان مظالم کے باعث ظالم نہ تھا- اور اس کے ظلم کا خانہ ویران نہ ہوا- اور اس ویرانی کا باعث وہ خود نہ تھا- اور امیر امان اللہ خان کے اس ہولناک انجام

سے دنیا حیرت میں مبتلا نہ ہوئی - جو سزا حضرت شہید عبداللطیف کے قتل کے بعد اس کے باپ امیر حبیب اللہ خان اور اس کے خاندان کو ملی - وہ قابل عبرت نہ تھی - کیا حضرت نعمت اللہ خان کو قتل کر کے امیر امان اللہ خان نے تخت و تاج نہ کھویا؟ اور اس کے خاندان کے لوگ قتل نہ ہوئے - کیا یہ مواخذہ بہت جلد خدا تعالیٰ نے نہ کیا - چاہئے تو تھا - کہ یہ لوگ پھر ان کلمات کو حرف بحرف پورا ہوتا دیکھ کر جو چار سال قبل از وقت کہے گئے تھے - وہ ہمارے ہاتھ اور قلم کو بوسہ دیتے - الٹا ہمارے خلاف طوفانِ بے تمیزی برپا کیا - اور ظالم کا ساتھ دیا - حالانکہ اپنے دل میں وہ بھی امیر امان اللہ خان کو ظالم ہی یقین کرتے تھے - اور اس کی ان حرکات کو خلافِ اسلام جانتے تھے - مگر ان کے ذاتی بُغض نے ان کے دلوں کو اندھا کر دیا - اور ان کے ہاتھوں اور زبانوں نے ہمارے خلاف لکھا اور کہا جو خود ان کے واسطے موجب ذلّت و ندامت و سببِ حسرت ہوا -

یاداشِ ظلم: ایک گروہ میں سے بڑا حصہ اول ایک شخص باشندہ پشاور نے لیا اور خدا تعالیٰ نے آخر اس کو ایک خطرناک اور مہلک بیماری میں مبتلا کر دیا - اور عرصہ دراز تک گوناں گوں تکالیف میں معذب رہا - اسی حالت میں ایک لڑکا سل کے مرض سے فوت ہوا - اور اس کے صدمہ کے بعد وہ خود بھی دکھ اور تکالیف برداشت کرتا ہوا فوت ہوا - اور اس کے بہت جلد بعد ایک نوجوان لڑکا ...... بھی جوانا مرگ مر گیا -

دوسرا دشمنِ عنید ایک اور شخص [1] تھا - جس نے اخبار سرحد پشاور میں

---

[1] ان دوسرے صاحب کو خدا تعالیٰ نے فوت ہونے سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے تجدید بیعت کی توفیق دی - اور فوت ہو کر احمدیہ قبرستان پشاور میں دفن ہوئے - خدا تعالیٰ عفو کرے اور مغفرت نصیب کرے - آمین

ایک نہایت گندہ اور گالیوں کا پلندہ شائع کیا- اور ہمارے تمام احسانات کو فراموش کر گیا- آخر کار خدا تعالیٰ نے اس سفید ریشی میں ایک سرکاری جرم .... میں گرفتار کرا دیا- اور جن ہاتھوں نے قلم گھڑ کر ہمارے خلاف کذب و بہتان اور سب وشتم کو اشاعت دی تھی- ان کو ہتھکڑیاں پہنا دیں- اور ہم نے بچشمِ خود یہ نظارہ دیکھا اور ایک سال اس کو جیل میں ڈال دیا- یہ اس ناپاک نیت کا پھل تھا- جو اس کو ملا- یہ خدا کی اس غیرت کا ثبوت تھا- جو اس نے ایک مظلوم احمدی مومن کے واسطے دکھائی-

اہلِ بصیرت کے واسطے یہ تمام واقعات جُدا جُدا آیات اللہ ہیں- اور ہماری صداقت اور بریت پر ایک خداوندی مہر تصدیق ہے- اور مخالفوں کے جھوٹے ہونے کا ثبوت ہے- کیا ایک اہل دل ان سب واقعات کو صرف اتفاق کہہ سکتا ہے- ہاں وہی کہہ سکے گا جو خدا کا منکر اور دہریہ ہو-

فصل پنجم

امیر امان اللہ خان کی سیاحت یورپ اور اس کے بد نتائج

یورپ جانا: امیر امان اللہ خان اپنے ملک میں بظاہر امن وامان دیکھ کر اس بات کا شائق ہوا- کہ یورپ کا سفر کیا جاوے- اور وہاں کے حالات سے واقفیت حاصل کی جاوے- اور واپسی پر ملک میں وہی اصلاحات جاری کی جاویں- اس سیاحت کے واسطے جلدی تیاری کا حکم دیا- سردار محمد ولی خان

ازبک کو اپنا نائب السلطنت مقرر کیا - اور خود سارا انتظام مکمل کر کے دس دسمبر ۱۹۲۷ء کو براہ قندھار، چمن، کوئٹہ، دہلی اور بمبئی یورپ روانہ ہوا -

ہندوستان میں اس کا نہایت شان و شوکت سے استقبال ہوا - ہندوستان سے نکل کر ایک مسلمان بادشاہ ہو کر مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کا خیال تک دل میں نہ لایا - اور بحر قلزم میں سے جدّہ کے پاس سے گذر کر مسولینی کی دعوت پر سیدھا اطالیہ جا پہنچا - وہاں سے فرانس گیا - فرانس سے لندن - لندن سے جرمنی - جرمنی سے روس اور روس سے براہ بلقان و مملکت ترکیہ، ایران آیا اور ایران سے براہ مشہد و ہرات افغانستان میں جون ۱۹۲۸ء کو داخل ہوا - ہر ایک ملک نے اپنی قوت اور طاقت کی حیثیت سے پورا پورا استقبال کیا - اور حق مہمان نوازی ادا کیا - اور اس کی وہ عزت کی جو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی - اور عروج و اقبال کے بلند مقام پر جا کھڑا کر دیا - اس سیاحت پر پانچ کروڑ روپے خرچ ہوئے ایران سے بعد فراغت براہِ مشہد ہرات جب کابل پہنچا - تو آتے ہی پغمان میں لوئی جرگہ (اجتماع عظیم) بلوائے - اور ۱۹ / اگست ۱۹۲۸ء کو جشن استقلال افغانستان منانے کے احکام جاری کر دیئے - اور سیر و سیاحت یورپ سے جو آزادانہ خیالات دل میں اٹھے تھے - اور جن اصلاحات کا اس نے کمال پاشا سے بدوران ملاقات تذکرہ کیا تھا (زوال غازی صفحہ ۳۳ تا ۳۹) ان کو عملی ترویج اور رنگ دینے کے واسطے اس نے اقدام شروع کیا اور وہ اس طرح ہوا -

۱ - سب سے پہلے اس نے وزیر اعظم یا صدر اعظم کے عہدہ کو منظور کیا - اور کسی مناسب شخص کے انتخاب کا فکر ہوا - وزراء السلطنت میں باہم

کشمکش شروع ہوئی - اور ہر شخص اپنے استحقاق پر غور کر رہا تھا - اور امیدوار تھا کہ وہ منتخب ہوگا - امیر امان اللہ خان نے سب کی خدمات جلیلہ کو نظر انداز کر کے ایک ایسے شخص سردار شیر احمد خان کو چن لیا - جو کسی صورت میں بھی اس عہدہ کے واسطے اہل اور مستحق نہ تھا - یہ شخص اس وقت صدر یا رئیس مجلس شوریٰ ملّی تھا - وزراء اس بات پر اپنے بادشاہ سے اور بادشاہ کو اپنے وزراء سے اختلافِ شدید پیدا ہوا - اور دل ہی دل میں باہم کشمکش شروع ہوگئی - (زوال غازی صفحہ ۴۷ تا ۵۴)

۲ - جس وقت بادشاہ وطن میں داخل ہوا - تو ممالک سمت مشرقی (جلال آباد) اور سمت جنوبی (خوست) میں اس کے عقائد اور چال چلن کے بارہ میں مختلف افواہیں پھیل رہی تھیں - اور رعیت کے دماغی توازن کو خراب کر رہی تھیں -

۳ - امیر امان اللہ خان نے صوبہ جات افغانستان میں اعلان جاری کرایا - کہ وہ اپنے نمائندے جشن استقلال افغانستان میں بغرض شمولیت روانہ کریں - بادشاہ نے خزانہ شاہی سے ان کے واسطے سوٹ بوٹ تیار کر رکھے تھے اور کابل آنے پر ان کی ڈاڑھیوں کی قطع و برید شروع کر دی - (زوال غازی صفحہ ۴۶ - ۵۵ - ۵۹)

۴ - نمائندگانِ ممالک کے آنے پر جو جو وزراء ان کے مہمان داری پر مقرر ہوئے تھے - انہوں نے بادشاہ سے نفرت کے سبب اعلیٰ حضرت امیر کے عقائد و اخلاق و چال چلن اور مغربی اصلاحات کے خلاف

ان کے کان بھر دیئے - اور ان کو خوب پڑھایا - کہ جشن میں لوئی جرگہ کے وقت تو بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملا دو - مگر واپسی پر اپنے علاقہ کے لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کر دو - چنانچہ ان نمائندگان نے واپسی پر رعیت کو بادشاہ کے خلاف خوب مشتعل کیا - جس کا نتیجہ وہ بغاوت ہوئی - جس نے بادشاہ کو تخت و تاج سے محروم کر دیا -
(زوالِ غازی صفحہ ۴۵-۴۶-۵۵)

۵- اعلیٰحضرت امیر نے جلتی پر خود تیل ڈالا - کہ جب نمائندگان ملک پغمان میں موجود تھے - تو حکم دے دیا - کہ عورتیں برقعہ اور دولاق کو ترک کر دیں - اور مکتبی برقعہ پہننا شروع کر دیں - اور اپنے خاندان اور اپنے امراء کی مستورات کو یوروپین لباس میں لوگوں کے سامنے بے پردہ باغات اور سیر گاہ ئے پغمان میں برہنہ رُو پھرنے کی اجازت یا حکم دے دیا - (زوال غازی صفحہ ۵۶)

۶- عام لوگوں کو حکم مل چکا تھا - کہ وہ انگریزی لباس اور ہیٹ کا استعمال کریں اور جو نہ پہنتا - اس کو جرمانہ کر کے وصول کیا جاوے -
(زوالِ غازی صفحہ ۵۷)

۷- بیرق یعنی علمِ افغانستان - جس پر مسجد محراب اور منبر کی تصویر کا نقش ہوتا ہے - اس کے ترک کرنے کا ارادہ ظاہر کیا - نمائندگان نے کہا کہ ہمارا ملک اسلامی ہے - آخر جھنڈا پر کچھ تو علامات اسلامی ہونی ضروری ہیں - تو اللہ اور محمدؐ کے نام ہی سہی - امیر امان اللہ خان نے بصد اصرار و لجاجت اللہ کا نام منظور کیا - مگر محمدؐ کے نام سے انکار کر

دیا۔(زوالِ غازی صفحہ ۶۲-۶۳)

۸۔ اگرچہ قرآن کریم نے عند الضرورت چار تک نکاح کرنے کا حق ایک مسلم کو دیا ہے۔مگر امیر امان اللہ خان نے بہ تقلید یورپ صرف ایک بیوی[1] رکھنے کا حکم دے دیا۔ اور بقایا کو طلاق دینے پر اصرار کیا۔(زوال غازی صفحہ ۶۳-۶۴)

۹۔ ملک میں عام افواہ پھیل گئی۔کہ امیر امان اللہ خاں سیدنا حضرت محمدؐ کو خدا تعالیٰ کا نبی اور رسول نہیں مانتا۔اور قرآن کریم کو ان کا خود ساختہ کلام کہتا ہے۔(زوال غازی صفحہ ۷۰)

۱۰۔ ملک میں یہ افواہ بھی تھی۔کہ بوقت سیاحت اطالیہ امیر امان اللہ خان پوپ آف روم کے ہاتھ پر اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہو چکا ہے۔ اور ایڈیٹر اخبار احسان لاہور آقا مرتضٰی احمد خان نے تو یہاں تک پتہ لگایا۔کہ امیر امان اللہ خاں کا عیسائی نام جارج تھا اہل ملک نے صاف کہہ دیا۔کہ وہ خائن اور غدار ہے اس کے کفر میں شبہ نہیں۔
(دیکھو اخبار احسان لاہور مورخہ ۱۲ر فروری ۱۹۳۵ء جلد انمبر ۱۴۱)

۱۱۔ بادشاہ نے اپنی تقریر میں کہا۔کہ دورِ قدیم (پابندی شریعت) ختم ہو چکا ہے اور دورِ جدید (آزادی از مذہب) شروع ہو چکا ہے۔ ملک کی لڑکیوں کو ممالک یورپ میں بغرض تعلیم بھیجتا ہوں۔ ایک سے زائد بیویاں نہ ہوں گی۔ میری حکومت میں عورتیں آج سے آزاد

---

[1] خود دوسری بیوی خفیہ طور پر رکھی ہوئی تھی۔ جسے بھاگتے وقت طلاق دے گیا۔ جیسے بہاء اللہ نے دو بیویاں کیں۔لیکن یورپ میں ایک بیوی رکھنے کا عقیدہ ظاہر کیا۔

ہیں- اور میرا قانون ہر طرح ان کی حفاظت کرنے کے لئے تیار ہے- اور وہ عدالت سے ظالم شوہروں سے طلاق حاصل کرسکتی ہیں-(زوال غازی صفحہ ۶۸-۶۹)

۱۲- ملکہ ثریا کے بارے میں مشہور ہو چکا تھا- کہ ان کی لونڈی سے قرآن کریم گر گیا- اور اس نے اٹھا کر چوما- تو ملکہ ثریا نے کہا- کہ یہ پرانی کتاب کے اوراق ہیں- ان کو کیا چومتی ہو- دنیا میں اس سے بہتر کتابیں موجود ہیں- یہ باتیں بھول جاؤ اور انسانیت سیکھو-

(زوال غازی صفحہ ۷۰)

۱۳- بادشاہ عند الملاقات نمائندگان وطن اور علماء سے ملے- تو انگریزی لباس زیب تن تھا- اور سر پر سے ہیٹ اتار کر بغیر سلام علیکم کہنے کے یورپین طرز سے ملاقات شروع کی اور مصافحہ کرتے چلے گئے- اور جس وقت ملّا چکنور[1] صاحب سے مصافحہ کیا- جو افغانانِ سرحد کا مشہور رہنما اور عالم اور پیشوا تھا...... تو اس کے ہاتھ میں تسبیح تھی- بادشاہ نے اس کو کہا کہ یہ کیا اونٹ کی لینڈنیوں سے کھیل رہے ہو- کسی نے کہا- کہ حضور یہ تو ملّا صاحب چکنور تھے- تو امیر امان اللہ خان نے ترش رُو ہو کر کہا- کہ کوئی بھی خرس (ریچھ) ہو فکر نہیں- ہم ان کو درست کریں گے-(زوال غازی صفحہ ۴۲)

---

[1] اخوندزادہ امیر محمد معروف بہ چکنور ملا صاحب شاگرد سید احمد ملا صاحب ساکن چارمنگ جس کا بڑا اثر قبائل مہمند اور جلال آباد پر تھا- مسٹر رولینڈ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ امان اللہ خان کے خلاف بغاوت کے اصل بانی ملّا چکنور صاحب ہی تھے

سبحان اللہ کیا عجیب بات ہے- کہ جن علما کے فتوؤں سے ڈر کر امیر امان اللہ خان نے مظلوم اور بے گناہ احمدیان کابل کو کافر اور مرتد کہا- اور ان کو سزائے قتل ورجم دی- آج ان علماء کو خود امان اللہ خان کیا کہہ رہا ہے- اور وہ امیر امان اللہ خان کو کیا فتویٰ سنا رہے ہیں- سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا خوب فرمایا کہ **من قال لا خیه کافر فقد باء باحد هما** یعنی جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا- تو دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو جاتا ہے- پس امیر نے مظلوم احمدیوں کو کافر اور مرتد کہا تھا- اور آج اس کو خود ہر ایک کافر اور مرتد قرار دیتا ہے **صدق اللہ و رسُولہ‘**

فصلِ ششم

حبیب اللہ خان عرف بچہ سقہ کا خروج اور امیر امان اللہ خان کا فرار

حبیب اللہ عرف بچّہ سقہ: کابل سے بجانب ترکستان غالباً بیس میل کے فاصلہ پر علاقہ کوہ دامن میں ایک قصبہ آباد ہے- جس کو خواجہ سرائے کہتے ہیں- اسی قصبہ کا حبیب اللہ خان [1] عرف بچہ سقہ ولد عبدالرحمٰن باشندہ تھا- جو بغاوت منگل کے ایام میں اس خاص فوج میں کپتان تھا- جو بغاوت فرو کرنے کے

[1] بعض نے لکھا ہے- کہ حبیب اللہ ولد کریم اللہ ولد عظیم اللہ ہے- اس کا والد کریم سقہ کا کام کرتا تھا- اس واسطے بچہ سقہ کہلایا- یہ بچہ سقہ ساکن کلکان تھا- جو خواجہ سرائے کے پاس گاؤں ہے-

واسطے بھرتی ہوئی تھی اور عرصہ تک خوست میں رہی اور جب خوست سے واپس آئی ۔ تو کابل میں ارک شاہی میں متعین ہوئی ۔ اور ان کو رخصت نہ ملتی تھی ۔ کہ فوجی گھروں سے ہو آیا کریں ۔ اس واسطے بعض فوجی پوشیدہ طور پر گھر چلے جاتے ۔ اور ہو آتے ۔ حبیب اللہ بھی بلا اجازت ایک دفعہ گھر چلا گیا ۔ اس بات کا علم اس کے افسروں کو ہو گیا ۔ تو انہوں نے اس کو بلا اجازت جانے کے سبب فوج سے موقوف کر دیا ۔ اور اس کی گرفتاری کا حکم دے دیا ۔ جب سپاہی گرفتار کرنے خواجہ سرائے گئے ۔ تو حبیب اللہ پاس کے پہاڑوں میں روپوش ہو گیا ۔ دن کو غاروں میں وقت گذارتا ۔ رات کو رہزنی شروع کر دی ۔ اور اس طرح حبیب اللہ کپتان فوج کی بجائے رہزن بن گیا ۔ اور رفتہ رفتہ دوسرے فراری بھی اس کے ساتھ مل گئے ۔ اور ایک جتھہ ہو گیا ۔ اور کوہ دامن کے ارد گرد دیہات میں ڈاکے ڈالتا ۔

اسی طرح چاری کار نامی قصبہ میں سے جو خواجہ سرائے سے دس پندرہ میل اور شمال کو واقع ہے ۔ ایک شخص سید حسین نامی فراری ہوا ۔ اور اس نے اپنے قصبہ کے سامنے پہاڑوں میں پناہ لی ۔ اور اس نے بھی ایک جتھہ تیار کیا ۔ اور وہ بھی ڈاکے ڈالا کرتا ۔

آخر کار حبیب اللہ اور سید حسین ستمبر ۱۹۲۸ء میں باہم مل کر کابل پر ڈاکے ڈالنے کی تجویز کرنے لگے ۔ اور باغ بالا تک بڑھنے لگے ۔ کابل کی افواج وقتاً فوقتاً حبیب اللہ کے جتھے کا پیچھا کیا کرتی ۔ مگر چنداں کامیابی نہ ہوئی ۔

آثارِ بغاوت شنواری: انہی ایام میں سمت مشرقی علاقہ جلال آباد میں شنواری لوگوں نے افغان لڑکیوں کے یورپ کو روانگی بغرض تعلیم کو بُرا منایا- اور بغاوت برپا کر دی- اور رفتہ رفتہ سمت مشرقی اور سمت مغربی میں کامل بغاوت کا اثر پھیلنے لگا- (دیکھو زوال غازی صفحہ ۲۰۸) سمت جنوبی تو پہلے ہی سے مشتعل ہو رہا تھا-

بچہ سقہ کا کابل پر حملہ: ان باتوں کو سن کر حبیب اللہ (بچہ سقہ) اور بھی دلیر ہوا- اور سید حسین کو ساتھ لے کر اکتوبر ۱۹۲۸ء میں کابل پر چڑھائی کی غرض سے روانہ ہوا- اور تین چار سو راہزن ساتھ تھے- پہلے باغ بالا میں اور پھر وہاں سے ''وہ افغاناں'' تک جا پہنچا- جو شہر کابل کا ہی ایک حصہ ہے- اور افواج سرکاری بمشکل اس کو پسپا کر سکیں- جشن پغمان ۱۹۲۸ء کے بعد تو شہر کابل کے باشندے اور وزراء اور امراء سب امیر اللہ خان سے بگڑے ہوئے تھے اور اس سے بیزار ہو رہے تھے- اس واسطے حبیب اللہ کو یہ ایک زرّیں موقع ہاتھ آ گیا- اور امیر امان اللہ خاں کے مخالف فریق نے اس کو امیر حبیب اللہ خادم دین رسول اللہ اور غازی اور مجاہد کے خطابات دے دئے (زوال غازی صفحہ ۲۷۱) جس سے حبیب اللہ کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے- اور ۳/دسمبر ۱۹۲۸ء کے بعد اس نے برابر حملوں پر حملے شروع کر دئے- جس کی تفصیل عزیز ہندی نے زوال غازی صفحات ۲۱۷ لغایت ۳۴۰ تک دی ہے- افواج امانیہ نے جو مدافعت کی ہے- اس کے حالات بھی دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں- جو قابل دید اور لائق عبرت ہیں-

امیر امان اللہ خان کا تہور: بچہ سقہ کے حملوں کے وقت

۲۸ ردسمبر ۱۹۲۸ء کو امیر امان اللہ خان پر جو گھبراہٹ کی حالت تھی۔ اس کے بارے میں عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ امیر امان اللہ خان بہادر تو ضرور تھا مگر صاحبِ تہوّر نہ تھا۔ اے کاش کہ وہ بہادری کے ساتھ صفت تہوری سے بھی آشنا ہوتا۔ تو یقیناً افغانستان کا تاج وتخت ابھی تک اس کے سر کا زیب و زینت ہوتا۔ پھر کہتا ہے۔ کہ غازی امان اللہ خان میں جو ہر تہور کی کمی نے آخری شکست کے فوری اثر سے نجات پانے کی مہلت نہ دی۔ واقعات کی رفتار تیزی سے اپنے خلاف پاکر اس کی رہی سہی کمر ہمت بھی ٹوٹ گئی۔

غازی امیر امان اللہ خاں کا فرار: عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ اس وقت جو اس کے دل ودماغ پر خیالات چھائے ہوئے تھے۔ کہ سمت شمالی کے باغی کل تک کابل کی چاردیواری کے نیچے پہنچ جاویں گے۔ میری فوج میری طرف سے بالکل نہیں لڑتی۔ پھر اگر وہ کل ہی کابل پہنچ جاویں تو میرا کیا حشر ہوگا۔ مجھے وہ گرفتار کرتے ہی ماردیں گے مجھے ضرور جان بچا کر فوراً ہی نکل جانا چاہیئے۔ آہ! مگر کس طرف جان بچا کر جاؤں۔ سمت شمالی باغی سمت مشرقی باغی۔ سمت جنوبی اسے بھی باغی ہی سمجھو۔ ترکستان آہ! مگر میں تو اپنے بال بچوں کو قندھار بھیج چکا ہوں۔ میرے ترکستان کی طرف نکل جانے سے نہ معلوم ان کا کیا حشر ہوگا۔ اور یقیناً رہی سہی ہمدردی جو قندھاریوں کو بوجہ ہم قومی کے مجھ سے ہوسکتی ہے وہ بھی نہ رہے گی۔ اس سے قطع نظر ترکستان میں جا کر کیا کروں گا۔ وہاں تمام غیر افغان قومیں رہتی ہیں۔ مجھ کو بھگوڑا سمجھ کر کیا معلوم کس قسم کا سلوک کریں نہیں نہیں مجھے ایسی دور دراز جگہ نہ جانا چاہیئے۔ اور پھر وہاں پہنچ بھی کیسے

سکتا ہوں - اگر غیر از سمت شمالی دوسری راہ بھی اختیار کروں - تو موٹر کی راہ اس طرف بھی نہیں ہے - ہوائی جہاز - آہ !

یہ میرے لئے خاص کر پُر خطر کھیل ہے ہاں ہاں بس یہی سواری ٹھیک ہے - تو پھر کیا قندھار کا رُخ کروں بے شک ! بے شک وہیں !!

آج سارے افغانستان میں امان اللہ خان کے لئے بجز اس کے اور کوئی جگہ پناہ کی نہیں ہے - مگر غزنی اور قندھار کا راستہ مسدود ہو چکا ہے - اور اس کی مجھے پرواہ نہیں کرنی چاہیئے برفوں کو ہٹا کر راستہ بنایا جا سکتا ہے - تو پھر کیا ابھی چل دوں - نہیں نہیں صبح ہونے تک انتظار کرنا پڑے گا - اور ارغندی تک تمام فوجیں ہی فوجیں ہیں - مجھے دیکھ کر شک نہ کر لیں - اور بچہ سقہ کی بجائے وہی میری مشکیں نہ کس لیں - (زوال غازی صفحہ ۳۲۵)

کابل میں آخری رات: اس رات ان خیالات کی موجوں کی آغوش میں غازی امان اللہ خان کے عروج و اقبال کا ستارہ غروب اور فنا ہو رہا تھا - اس نے اس رات ایک لمحہ بھی آرام نہیں کیا - بلکہ اپنے بھائی سردار عنایت اللہ خان معین السلطنت کو اس وقت اپنے پاس بلا کر اپنا عندیہ اس سے ظاہر کیا - اور بکمال منت والحاح اس بات پر راضی کیا - کہ وہ ایسے نازک وقت میں افغانستان کی بادشاہت قبول کر لے - (زوال غازی صفحہ ۳۳۶ - ۳۳۷)

۱۴ر جنوری ۱۹۲۹ء کو امان اللہ خان نے خلع تخت و تاج کر دیا -

غازی امان اللہ کا فرار: عزیز ہندی کہتا ہے - کہ نہ معلوم اس رات

دونوں بھائیوں کے درمیان کیا کچھ سرگوشیاں ہوتی رہیں مگر نتیجہ یہ تھا- کہ صبح ہوتے ہی غازی امان اللہ خان ایک تیز رفتار موٹر پر قندھار کی طرف رخصت ہو چکا تھا- اور کسی کو کانوں کان تک خبر نہ تھی-

سفر کی بدشگونی: عزیز ہندی کہتا ہے- کہ غازی امان اللہ خان نے جس موٹر کو منتخب کیا (۱) اس میں پٹرول نہ تھا- نہ دوسرے شاہی موٹروں میں پٹرول تھا- اور نہ پٹرول مل سکتا تھا- (۲) آخر تھوڑے سے پٹرول کے ساتھ روانہ ہوا- اور موٹر روانہ ہوتے ہی الٹ گئی- (۳) اس کا اصل موٹر ڈرائیور[۱] جو ہندوستانی تھا- دو دن قبل اپنے سرکاری موٹر میں مردہ پایا گیا-

''غازی امان اللہ صرف دو گیلن پٹرول کے ساتھ روانہ قندھار ہُوا- معزول بادشاہ کا اس بے سروسامانی کے ساتھ نکلنا اس کی بے انتہاء مایوسی اور گھبراہٹ کا صاف پتہ دیتا ہے دارالسلطنت اور اس کے اردگرد میں وہ اپنے لئے پناہ کی کوئی جگہ نہ پاتا تھا- اور معتمد سے معتمد ترین شخص پر سے اس کا اعتبار وغیرہ سب اُٹھ چکا تھا-'' (زوالِ غازی صفحہ ۳۳۹)

آہ! جس تاج وتخت کے واسطے اس نے تین مظلوم احمدی قربانی کے بکرے بنائے- وہ تاج وتخت آخر چھینا گیا- سچ ہے:- **تؤتی الملک من تشآء و تنزع الملک ممن تشاء بیدک الخیر انک علی کل شئی قدیر** یعنی اے خدا جس کو تو مناسب خیال کرے اس کو تاج وتخت دیتا ہے- اور جس سے تو مناسب خیال کرے مملکت چھین لیتا ہے- تمام خیر تیرے ہاتھ میں

---

[۱] ایہاری لال ہندو

ہے اور تو ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔ غازی امان اللہ خان نے اپنے آپ کو معزول کر لیا۔ اور دوشنبہ کے دن صبح ۸ بجے ۳ رشہر شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۴ رجنوری ۱۹۲۹ء کو اپنی حکومت سے دست برداری کے کاغذ پر دستخط کر دیئے۔ اور شہر کابل کو ہمیشہ کے واسطے خیر باد کہہ دیا (دیکھو زوالِ غازی صفحہ ۳۴۰)

فاعتبرو ایا اولیٰ الابصار خدا کے فرستادہ حضرت احمد قادیانی نے کیا سچ فرمایا تھا۔ کہ

مجھ سے جو ہوگا الگ وہ جلد کاٹا جائے گا ہو وہ سلطان یا کہ قیصر یا ہو کوئی تاجدار

ترکِ افغانستان وسفر اطالیہ: عزیز ہندی کہتا ہے کہ غازی امان اللہ خان کو راستہ میں ایک لاری سے پٹرول مل گیا اور سیدھا غزنی اور وہاں سے مسقر اور قندھار جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس کو پتہ لگا۔ کہ سردار عنایت اللہ خان بھی تیسرے دن ۵ رشعبان المعظم ۱۳۴۷ھ کو کابل چھوڑ چکا ہے۔ تو اس نے دوبارہ اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ مگر دول خارجہ نے اس کی دوبارہ اعلان شاہی کو تسلیم نہ کیا۔ اور اس بات کو غالباً اس کی تلوّن مزاجی اور عدم استقلال پر محمول کیا۔ کچھ سامانِ حرب اور فوج مہیّا کر کے قندھار سے مسقر کی طرف بڑھا اور جنگ شروع کر دی۔ مگر غازیوں کے ایک ہی حملہ نے اس کی رہی سہی توقع پر بھی پانی پھیر دیا۔ اور افواج ہنوز مصروف جنگ تھیں۔ کہ غازی امان اللہ خان میدان جنگ سے کھسک گیا۔ اور قندھار آ کر بال بچوں کو ساتھ لیا۔ اور سیدھا سرحد چمن بلوچستان کا راستہ لیا۔ اور سرحدات ہندوستان میں آ کر دم لیا اور براہِ کوئٹہ اور دہلی بمبئی میں آن پہنچا۔ چندے

ٹھہر کر جہاز میں سوار ہو کر اطالیہ کا راستہ لیا - اور اب وہاں آرام سے قیام پذیر ہے - (زوال غازی صفحہ ۳۹۸ و ۴۰۰) بقول ے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

فصل ہفتم

سردار عنایت اللہ خان کا عزل اور حبیب اللہ بچہ سقہ کا نصب

سردار عنایت اللہ خان [1] جو امیر حبیب اللہ خان کا فرزند اکبر اور مقرر شدہ ولی عہد تھا - امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد سب سے پہلے خود اس کے چچا اور خسر سردار نصر اللہ خان نے تاج و تخت سے محروم کر دیا تھا - پھر امیر امان اللہ خان نے سردار نصر اللہ خان کو معزول کر کے خود تاج و تخت کو اختیار کیا - اور سردار عنایت اللہ خان کو محروم ہی رکھا - اب امیر امان اللہ خان نے اپنے معزول ہونے پر اس کو تاج و تخت سپرد کر دیا - مگر اس کی حکومت صرف دوشنبہ اور سہ شنبہ تک محدود رہی - چہار شنبہ ۵ شعبان ۱۳۴۷ھ بذریعہ حضرت شیر آغا مجددی آرک شاہی میں بحق حبیب اللہ خان عرف بچہ سقہ تخت افغانستان کو ترک کے دست بردار ہو گیا - اور کابل سے بہ اجازت بچہ سقہ اور بہ امداد سفیر

---

[1] سردار عنایت اللہ خان ۱۸۸۸ء میں تولد ہوا - اور ۱۹۰۴ء میں سیر ہند ہندوستان آیا تھا - اس وقت سولہ سالہ نوجوان تھا - ۱۹۱۹ء میں ولی عہدی کے حقوق سے محروم ہوا - ۱۹۲۹ء کو کابل سے معزول ہو کر پشاور آیا - اور قندھار گیا اور وہاں سے طہران گیا - وہاں کچھ عرصہ زندہ رہا اور فوت ہوا -

برطانیہ برطانوی ہوائی جہاز میں پرواز کر کے پشاور صدر میں نزول فرما ہوا- اور ڈین ہوٹل میں دم لیا- ۱۶؍جنوری ۱۹۲۹ء یوم الجمعہ تھا-

خروج از کابل کا معاہدہ: عزیز ہندی نے واقعات عزل سردار عنایت اللہ خان اس طرح لکھے ہیں- کہ بالآخر بچہ سقہ اور سردار عنایت اللہ خان کے ثالثوں کی طرف سے یہ طے پایا- کہ یک روزہ بادشاہ اپنے اہل وعیال اور متعلقین سمیت مامون ہے- اگر وہ افغانستان میں رہنا چاہے تو اس کا وہی درجہ اور مرتبہ ہوگا- جو امان اللہ خان کے عہد میں تھا- لیکن اگر وہ افغانستان میں نہ رہنا چاہے- تو وہ بحفاظت تمام ہندوستان کی طرف جا سکتا ہے اس دوسری صورت میں وہ خزانہ سے تین لاکھ روپے سے زیادہ نہیں لے جا سکتا ہے اور اس کی جملہ جائداد جاگیر حکومت سقاوی ضبط نہ کرے گی- (زوال غازی صفحہ ۳۵۲)

عزیز ہندی کہتا ہے کہ سردار عنایت اللہ خان نے یہ فیصلہ کر لیا- کہ ان لوگوں پر اعتبار مشکل ہے- اور یہی بہتر ہوگا- کہ بال بچوں سمیت جان بچا کر افغانستان سے نکل جاوے اور اسی غرض سے انگریزی سفارت خانہ سے استمداد کی- سفیر برطانیہ نے ہوائی جہاز کا انتظام کر دیا- معین السلطنت سردار عنایت اللہ خان تیسرے دن ۱۶؍جنوری ۱۹۲۹ء کو ارک شاہی سے نکل کر دس بجے صبح میدان طیارہ کابل میں جا پہنچا- اور بہ اجازت سفیر برطانیہ ہوائی جہاز میں سوار ہو کر پشاور کے میدان طیارہ میں آن پہنچا-

سردار عنایت اللہ خان کا اضطرار: عزیز ہندی لکھتا ہے کہ جب معین السلطنت نے ارک شاہی کے پچھلے دروازہ سے قدم باہر رکھا- تو فرط الم سے

اس پر بے حد رقت طاری ہو رہی تھی - اور بالآخر جب اس سے نہ رہا گیا - تو لوٹ کر دروازے سے چمٹ گیا - بری طرح رو دیا - اور جب میدان طیارہ میں پہنچا تو اس وقت بھی اس کی آنکھیں اشکبار تھیں - سفارت خانہ برطانیہ کے تمام اعضاء ایک سوگوارانہ نمائش کے ساتھ پہلے سے ہی موجود تھے - بے شک یہ ایک عجیب سوگوارانہ منظر تھا - جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا - کئی آنکھیں اشکبار تھیں - اور کئی دل اس دن خون ہو رہے تھے - (زوال غازی صفحہ ۳۰۳)

ورود پشاور: خاکسار راقم الحروف ایام خلع کابل میں گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں عہدۂ نظارت پر سرفراز تھا - اور کابل آنے جانے والے جہازوں پر مقرر تھا - اور میدان طیارہ پشاور میں مسافروں کے واسطے موٹروں اور لاریوں کا انتظام اور سامان اٹھوانے کا بندوبست کیا کرتا تھا - جس دن یعنی بروز جمعہ ۱۶ر جنوری ۱۹۲۹ء کو جب سردار عنایت اللہ خان پشاور آنے والے تھے - تو پشاور سے تین بڑے بڑے جہاز کابل روانہ ہوئے - اور ایک بجے کے قریب واپس آئے اور سردار عنایت اللہ خان بمعہ عیال و ہمراہیاں و سامان آن پہنچے -

خلع کابل: ۲۳ر دسمبر ۱۹۲۸ء کو حکومت برطانیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ کابل سے برطانوی رعایا اور دوسرے ممالک کے باشندے جو کابل کو بدامنی کی وجہ سے چھوڑنا چاہیں بذریعہ ہوائی جہاز کابل سے پشاور لائے جائیں گے - اس غرض کے واسطے عراق سے بڑے جہازات منگوائے اور خاکسار آمد و رفت جہازات پر نگران مقرر ہوا - ہر روز ۱۰ بجے دو جہاز جاتے اور ۱۱ بجے کابل پہنچ جاتے - ایک گھنٹہ رہ کر سوار لے کر واپس ایک بجے پہنچ جاتے وہ سواریاں اور

ان کا سامان مقام معلوم تک پہنچائے جاتے -

آخر میں ۲۶ رفروری ۱۹۲۹ء سفارت خانہ برطانیہ کے سفیر سر فرنس اور باقی عملہ پشاور آئے- کل ۵۸۶ افراد کابل سے پشاور لائے گئے- انہی میں سردار عنایت اللہ خان اوران کا بھائی بھی تھا-

واقعہ عبرت: خاکسار نے سردار عنایت اللہ خان کو یا تو اس وقت دیکھا تھا- جب کہ وہ ۱۹۰۴ء میں کابل سے ہندوستان آیا تھا اس وقت وہ ایک بے ریش وبروت نوجوان تھا یا اب دوبارہ ۱۹۲۹ء میں دیکھا- کہ وہ ایک درمیانہ قد کا چالیس سالہ مرد تھا جس کی ریش سفید تھی اور فرنچ کٹ تھی- اور سر پر سفید پگڑی ململ کی باندھی ہوئی تھی جہاز سے اتر کر نہایت حسرت سے آسمان کی طرف سر اٹھا کر نگاہ کی اور سب ساتھی اور حاضرین سُن ہو گئے- اور سب پر رقت کی حالت طاری ہوگئی- اور پھر موٹروں میں سوار ہوکر ڈین ہوٹل کا راستہ لیا- ان کا سامان خاکسار نے میدان طیارہ سے ڈین ہوٹل پہنچا کر سردار عبدالعزیز خان وزیر کے سپرد کیا-

حضرت احمد مسیح موعودؑ کا ایک خادم جس کو ان واقعات سے آغاز سے دلچسپی تھی- خاموش کھڑا اس نظارے کو دیکھ رہا تھا- کہ خدائے غیور نے کس طرح امیر عبدالرحمٰن خان کی اولاد کو ان کے ظلم وستم کے باعث عبرتناک سزادی اور خدائے قدوس کی حمد اور استغفار کر رہا تھا- اغرقنا آل فرعون و انتم تنظرون کا نظارہ دیکھا-

قیام ایران: چند دن پشاور رہ کر براہ کوئٹہ قندھار روانہ ہوا- لیکن وہاں بھی

ناکام ہوکر واپس بمبئی چلے گئے اور وہاں سے بغداد اور بعدہ' طہران ایران چلے گئے اور اب وہاں قیام فرما ہیں۔

عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ تین لاکھ روپے بچہ سقہ کی اجازت سے ساتھ لے گیا۔ کہتے ہیں۔ اس کی بیگم کے بدن پر جو چمڑے کا کوٹ تھا۔ اس میں تمام پونڈ اور نوٹ سلے ہوئے تھے۔'' (زوال غازی صفحہ ۳۵۷)

حبیب اللہ خان عرف بچّہ سقہ کا فاتحانہ ورودِ کابل: عزیز ہندی لکھتا ہے کہ معین السلطنت کے جانے کے بعد ارک شاہی سے علم خاندان امیر عبدالرحمٰن اتار دیا گیا اور غلام دستگیر خان قلعہ ہیگی نے اپنے محصور فوجی دستوں کو غیر مسلح کر کے اس انتظار میں تیار بٹھایا تھا کہ ارک کو فاتح کے حوالے کر دے۔ خود بچہ سقہ باغ بالا سے ریاست کابل یعنی گورنری کی جگہ جو ارک شاہی سے بمشکل ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ہوگی۔ آ چکا تھا۔ مگر قلعہ شاہی کے قبضہ لینے کا کام سید حسین کے ذمہ کر دیا تھا۔ چنانچہ سید حسین کی آمد اور اس کے قلعہ کو تصرف حاصل کرنے کے عبرت آموز نظارہ دیکھنے کے لئے کثیر در کثیر تعداد میں لوگ مشرقی اور جنوبی دروازوں پر جمع ہو رہے تھے۔ بالآخر ۴ بجے شام کے قریب سید حسین بمعہ سٹاف کے آیا۔ اور اس نے قلعہ ہیگی سے ارک کو تحویل میں لینے کی کارروائی شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد قلعہ ہیگی نے اپنے غیر مسلح دستہ ہائے فوج کو جمع کیا۔ اور باجا بجاتا ہوا ارک سے باہر نکل گیا۔ وہ خود سیاہ جھنڈیوں کے ساتھ فوج کے سر پر تھا۔ اور با چشمِ زار رومال کو آنسوؤں سے تر کر رہا تھا۔ ابھی ارک کے جنوبی دروازہ سے چند قدم باہر نکلا ہی تھا۔ کہ سب

کی امیدوں اور توقع کے برخلاف بچہ سقہ چند مسلح موٹروں کے ہمراہ ارک میں داخلہ کی نیت سے سامنے آتا دکھائی دیا۔ بیچارے غلام دستگیر خان کے لئے یہ ایک نہایت صعب وقت تھا۔ کہ اس کا دل اپنی حکومت کے زوال پر غم والم سے ٹکڑے ٹکڑے ہورہا تھا۔ ایسے وقت میں اس کے دشمن فاتح کا دفعۃً سامنے سے نمودار ہو جانا اور اس کے رسمی فرائض میں نا قابل برداشت اضافہ کرنے والا تھا۔ کہاں وہ ماتمی نوحوں کے کیف سے ہم آغوش تھا۔ اور کہاں اسے دفعۃً ان نوحوں کو بند کر کے بچہ سقہ کی فتح مندی کا ترانہ گا کر شاہی سلامی اتارنی پڑی۔ اس کے دل پر ایسا کرنے سے کیا کچھ گذر گیا ہوگا۔ اس کا اندازہ بیان قلم سے مشکل ہے (زوال غازی صفحہ ۳۵۹) ۱۶؍جنوری ۱۹۲۹ء کو حبیب اللہ بچہ سقہ بادشاہ افغانستان مقرر ہوا۔

کابلیوں کا تلون مزاج: عزیز ہندی لکھتا ہے کہ آہ! یہ بھی عجیب عبرت خیز سماں تھا۔ لوگوں کے یہی گروہ ابھی چھ ماہ نہیں گزرے۔ کہ افغانستان کو غازی امان اللہ خان کی خدمات کے صلہ میں اس کی نسل کو بخش چکے تھے اور اس عہد کو برقرار رکھنے کے لئے پابند و مسئول بنا چکے تھے اور یہی وہ لوگ تھے جو صرف ایک دو دن قبل معین السلطنت سردار عنایت اللہ خان کو اپنا ہاتھ دے چکے تھے۔ اور آہ آج یہ وہی لوگ ہیں جو بچہ سقہ کو اپنا بادشاہ بنا رہے ہیں کیا یہ محض طاقت کی کرشمہ نمائی نہیں ہے۔ اور کیا طاقت اس سے پیشتر بھی انسانیت کے لئے ذلت اور لعنت آفرین ہوسکتی ہے۔ (زوال غازی صفحہ ۳۶۱)

کہتے ہیں کہ جب ملک مصر کی حکومت ہارون رشید خلیفہ بغداد کے

ہاتھ میں آئی تو اس نے اپنا ایک بدترین صورت کا ایک حبشی غلام دیکھا اور اس کو وہاں کا حاکم بنا دیا۔ کسی نے خلیفہ سے پوچھا کہ یہ کیوں کیا۔ اس نے کہا کہ اس ملک مصر کی حکومت پر فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ میں نے اس واسطے یہ ملک ایک ادنیٰ ترین اور بدصورت غلام کو دے دیا تاکہ فرعون کی ذلت کروں پس تخت افغانستان پر بچہ سقہ کی حکومت کا ہو جانا دراصل امیر امان اللہ خان کی انتہائی ذلت اور تذلیل تھی خدا تعالیٰ کی بات سچ ثابت ہوئی۔ انی مھین من اراد اھانتک

فصلِ ہشتم

خدائے غیور کا مجرموں سے اخذ شدید

ہمارے خدائے غیور نے جس طرح اور جس رنگ میں ظالموں .... کی سرزمین افغانستان میں گرفت کی۔ اور ان کو ان کے مظالم کی پاداش کا مزہ چکھایا۔ وہ مندرجہ ذیل واقعات سے ظاہر ہے۔

<u>پہلا پاداش ظلم</u>: شاہ غاصی محمد اکبر خان جو اکتوبر ۱۹۱۲ء لغایت مارچ ۱۹۱۳ء کے قریب سمت جنوبی کا گورنر تھا۔ اور جس نے سردار نصر اللہ خان کے حکم پر جب حضرت شہید عبد اللطیف کے تابوت کو نکال کر کسی نا معلوم مقام میں دفن کر دیا تھا۔ یہ الزامِ رشوت ستانی جو اس پر قائم ہوا (شاہ غاصی محمد اکبر خان کی رشوت ستانی اور مظالم کی وجہ سے سمت جنوبی کے قبائل ۱۹۱۳ء میں باغی

ہوئے۔ اور سخت بغاوت پھیلی۔ یہ گورنر معزول کر کے کابل بلایا گیا) بزمانہ امیر حبیب اللہ خان اس کو اس عہدہ جلیلہ سے معزول کیا گیا۔ اور دعویٰ کنندگان کے سامنے اپنی بریت حلف کی۔ اور حلف دروغ کی سزا میں مہلک بیماری لاحق ہوئی۔ جس سے جان بحق ہوا نہ وہ عزت رہی اور نہ وہ زندگی جس کے نشے میں وہ چور تھا۔

دوسرا پاداشِ ظلم: سردار محمد عمر خان معروف بہ سُور جرنیل جو ۱۹۱۸ء میں علاقہ جاجی کا حاکم تھا۔ اور اس کے حکم سے سید سلطان صاحب احمدی گرفتار کیا گیا تھا۔ جو ایک عالم اور سیّد تھا۔ اور اس کو کابل کے جیل خانہ میں ڈلوایا۔ جہاں ان کو نانِ نمک کھلا کھلا کر شہید کر دیا گیا اور ان کا بھائی سید حکیم صاحب احمدی بھی زنداں میں ڈالا گیا۔ جس کے اثر سے وہ فوت ہو گیا۔ عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ یہ حاکم بھی سخت ظالم اور مرتشی تھا۔ اور عادی مجرم بھی۔ اکثر دفعہ سخت اور لمبی سزاؤں سے بچ جاتا تھا۔ آخر امان اللہ خان نے اس کو سزا دی۔ اور زنداں میں قید کر دیا۔ بچہ سقہ کے حملہ کابل کے وقت اس کو قید خانہ سے نکال کر باغ بالا کے پاس مقابلہ کے لئے بھیج دیا گیا اگرچہ قابل اور بہادر جرنیل تھا۔ تاہم منگل سرداروں سے اختلاف ہونے کے سبب اس کے پاؤں پر جنگ میں گولی لگی۔ اور زخمی ہوا حمید اللہ خان برادر بچہ سقہ کے پچاس ساتھیوں کے شب خون کی تاب نہ لا سکا۔ اور اس کے ساتھی گھبرا گئے اور بھاگ نکلے۔ شکست کھا کر اپنی جبیں پر داغِ ذلت و ندامت لیا۔ اور پھر کوئی عہدہ نصیب نہ ہوا۔ (زوالِ غازی صفحہ ۲۹-۳۳۶)

تیسرا پاداش ظلم: باغیانِ اقوام منگل وخوست کے سرغنہ ملاّ عبداللہ عرف ملائے لنگ اوراس کے داماد عبدالرشید عرف ملا دبنگ جن کے حق میں امیرامان اللہ خان نے قرآن کریم پر حلف لکھوا کر اقرار کیا تھا- کہ ان کو کچھ نہ کہے گا- اور سردار علی احمد جان ان کو اس اقرار کی بنا پر کابل لایا تھا اور انہی کی درخواست پر امیر امان اللہ خان نے حضرت نعمت اللہ خانؓ اور حضرت عبدالحلیمؓ اور حضرت قاری نور علیؓ کو جام شہادت پلایا تھا- آخر امیر امان اللہ خاں نے ان سے تخلف عن الحلف کیا اوران کو گرفتار کرلیا- تو توپ کے آگے باندھ کر کابل میں ہلاک کردیا- (زوال غازی صفحہ ۲۸-۳۲۹) گویا خدا نے ان ہردو ملانوں کو بھی اپنی ظالمانہ درخواست کا مزہ چکھا دیا-

چوتھا پاداش ظلم: سردار علی احمد جان [1] جس نے بغاوت خوست کو فتح کیا تھا- اور باغیان خوست کے ساتھ شرائط صلح طے کی تھیں (زوال غازی صفحہ ۳۲۸) اور اسی کی سفارش سے امیر امان اللہ خان نے تین مظلوم احمدیوں کو رجم کرایا- جن کی شہادت کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم جنوری ۱۹۰۶ء کو دی تھی- (البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۵) فتح منگل کے فوراً بعد بادشاہ کی نظر سے گر گیا تھا اور خطرناک شخصیتوں میں شمار ہونے لگا (زوال غازی صفحہ ۱۰) یورپ سے واپسی پر جب سیاحت روما کی فلمیں کابل کے سینما میں دکھائی جانے لگیں- تو جس وقت سردار علی احمد جان سامنے آتا- تو تمام سرداروں اور اراکین کے سامنے امیر

---

[1] علی احمد مع اپنی والدہ اور دوسرے رشتہ داروں کے میرے اقرباء ساکنین جاوانز دگھوڑا گلی ضلع راولپنڈی کے مکانوں میں بہ زمانہ جلاوطنی بیس سال ٹھہرا رہا- شاہدؔ

امان اللہ خان کہنے لگتا - کہ اس خرس کو دیکھو کیسے اکڑ کر چلتا ہے - (زوال غازی صفحہ ۲۴۱)

سردار علی احمد جان سمت مشرقی کی بغاوت کو فرو نہ کر سکا - اور لاچار فروری ۱۹۲۹ء میں وہاں سے براہ ملک مہمند پشاور پہنچا - اور چند دن قیام کر کے قندھار چلا گیا (زوال غازی صفحہ ۲۴۳) قندھار میں امیر امان اللہ خان کے بعد مارچ ۱۹۲۹ء میں بادشاہ بن بیٹھا - مگر وہاں بھی بچہ سقہ کی فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر گرفتار ہو گیا - اور پابہ جولاں اور برہنہ سَر کابل لایا گیا - (زوال غازی صفحہ ۳۶۳،۶۶)

عزیز ہندی لکھتا ہے - کہ سردار علی احمد جان بچہ سقہ کے حکم سے بازاروں میں پھیرایا گیا - اور اس کے جلوس کا وہی راستہ تھا - جس پر ہمارا مکان واقع تھا - میں بیوی اور والدہ سمیت اوپر کھڑکی میں کھڑا تھا - جس کا رخ بازار کی طرف تھا - اتنے میں جلوس آیا - آگے گھوڑے سوار تھے - ان کے ہمراہ فوجی باجہ تھا - جو بچہ سقہ کی فتح وظفر کے ترانے الاپتا تھا - اور اس کے بعد پیدل فوج تھی - کچھ آگے اور کچھ پیچھے درمیان میں مضطرب اور ناتسکین یافتہ ہستی علی احمد جان کی تھی - کبھی وہ دن تھا کہ وہ اس شان وشوکت سے کابل کی سڑکوں پر نمودار ہوتا - کہ خود غازی امان اللہ خان پر رشک کی بجلیاں گر پڑتی تھیں - لوگ ساحرانہ کشش سے خود بخود اس کی تعظیم وتکریم پر مجبور ہوتے - لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے - آج زنجیروں میں جکڑا ہوا ایک فرومایہ کی طرح قیدی کی حیثیت سے پا پیادہ منظر عام پر نمودار ہے - بدن پر صرف معمولی خاکی زین کی قمیض اور لٹھے کا پاجامہ ہے اور کچھ نہیں - پاؤں میں پرانی چپلی ہے

دونوں پاؤں میں ڈنڈا بیڑی ہے- اور ہاتھ کہنیوں تک پیچھے کسے ہوئے ہیں- ننگا سر (زوال غازی صفحہ ۶) آخر شہر سے باہر لے جا کر توپ سے اڑا دیا گیا- اور تین مظلوموں کے خون کا سودا کر کے جس نے خوست فتح کیا تھا- آخر ان خونوں کے عوض میں ۹/ جولائی ۱۹۲۹ء کو مارا گیا-

پانچواں پاداشِ ظلم: جس امیر امان اللہ خاں نے حضرت احمد نبی اللہ کے خدام کا خون نہایت بے دردی سے گرایا تھا- آخر افغانستان سے خاسرونا کام ہو کر اس کو نکل جانا پڑا- (زوال غازی صفحہ ۱۹) اور اپنی انتہائی مایوسی اور حرماں نصیبی کے ہجوم میں اپنے پیارے وطن سے شاید ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا- (زوال غازی صفحہ ۳۰)

چھٹا پاداش ظلم: امیر حبیب اللہ خان کا ولی عہد سردار عنایت خان ۱۴/ جنوری کو بادشاہ بنا- اور ۱۶/ جنوری ۱۹۲۹ء کو معزول ہوا اور اڑھائی دن کا بادشاہ نہایت رنج و غم کے ساتھ کابل سے خارج ہوا- اور ایران میں زندگی کے سانس لے رہا ہے- اور اس کے اپنے خاندان امیر عبدالرحمٰن کے حکومت کا چراغ ہمیشہ کے واسطے گُل ہو گیا-

ساتواں پاداشِ ظلم: جن علمائے کابل نے ان شہداء ثلاثہ جماعت احمدیہ پر فتویٰ کفر و رجم دیا تھا- انہی علما نے امیر امان اللہ خان کو بھی کافر اور عیسائی اور مرتد کہا- اور اس کے مقابلہ میں بچہ سقہ کو غازی اور مجاہد اور خادمِ دینِ رسول کا خطاب دیا- اگرچہ ان کے سامنے امیر امان اللہ خاں نے بارہا- کلمہ طیبہ

پڑھا - مگرانہوں نے اعتبار نہ کیا اور یہ سب کچھ بے سود ثابت ہوا - (زوالِ غازی صفحہ ۳۶۵ - ۳۸۵)

آٹھواں پاداشِ ظلم: قاضی عبدالرحمٰن کوہ دامنی جو کابل کا مشہور قاضی تھا - اور جس نے حضرت نعمت اللہ خاں اور باقی شہدا پر فتویٰ قتل و رجم دیا تھا - وہ کوہ دامن کا رہنے والا تھا - غازی امان اللہ خان کے بعد بھی بچہ سقہ سے لڑتا رہا - بالآخر گرفتار ہوا - اور بچہ سقہ کے پیش ہوا - جس نے اس کی اعضاء بریدگی کا حکم دیا - اور اس کو ملک محسن والی شہر کے حوالے کر دیا - تا کہ سر چوک کابل اس کے حکم کی تعمیل کرے - ملک محسن نے جو ہر طرح کے جبر وتشدد و حیلہ و ہنر سے لوگوں سے دولت سمیٹنے کا عادی تھا - قاضی عبدالرحمٰن کو دم دلاسہ دیا - اور تشفی دی - اور مقررہ قتل گاہ کی طرف لے گیا - چوک کے پاس فالودہ کی دوکان تھی - جس میں دونوں داخل ہوئے - باہر سخت پہرہ تھا - اور اندر والی اس کی دولت کی تفصیل قلم بند کرنے لگا - وعدہ یہ کیا کہ اگر قاضی عبدالرحمٰن اس کو اپنی ساری دولت کا پتہ دے دے گا تو اس کے عوض میں وہ بچہ سقہ سے کہہ کر جان بخشی کرا دے گا - مگر جب اس کی تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ کی ساری تفصیل قلم بند کر چکا - تو والی - اس سے یہ کہہ کر کہ وہ ابھی اس سے بہت کچھ چھپا رہا ہے - گالی گلوچ پر اتر آیا اور ساتھ ہی اپنے سپاہیوں کو حکم دیا - کہ فوراً قصاب کو حاضر کریں - قصاب تو پہلے ہی موجود تھا - یہ محض دکھاوا تھا - تا کہ اس کی دھمکی سے متاثر ہو کر اگر کچھ باقی ہو تو وہ بھی لکھا دے - مگر غالباً کچھ باقی نہ تھا - اور قاضی اپنی موت سے جو اس کے سامنے کھڑی تھی - بالکل پروا نہ کرتا ہوا مزاحاً والی سے کہنے لگا - کہ میرے بند بند تو تم نے جدا جدا کاٹنے ہی ہیں مجھے

پیٹ بھر کر فالودہ تو پی لینے دو- اس کے فالودہ پینے تک سینکڑوں تماشائی باہر جمع ہو چکے تھے- اور جب باہر لایا گیا تو فرش زمین پر چت لٹا دیا گیا- تو حیرت ہے کہ اپنی موت کی سختی کا علم ہوتے ہوئے قاضی عبدالرحمٰن کا چہرہ خوشی سے تمتمار رہا تھا- گویا ایسا معلوم ہوتا تھا- کہ قاضی بدن پر تیل کی مالش کروانے کے لئے زمین پر لٹایا گیا ہے- غرضیکہ جب وہ لیٹ چکا- تو قصاب ایک آبدار چھُرا لے کر آگے بڑھا اور ایک ہی حرکت میں اس کا پہلے ایک ہاتھ جدا کر دیا- اور پھُرتی سے دوسرا ہاتھ کاٹ دیا اب وہ پاؤں کی طرف بڑھا- یکے بعد دیگرے- دونوں پاؤں کاٹ دیئے- اور پھر دوسری طرف بڑھا- اور لنجے ہاتھوں کو کہنیوں تک جدا کر دیا- اور پھر واپس آ کر دونوں ٹانگوں کو رانوں سے بھی اڑا دیا-

ہاتھ کٹ رہے تھے مگر ایک کوہ وقار استقامت کے ساتھ ان کے کٹنے کا تماشا دیکھ رہا تھا- پاؤں جدا ہو چکے تھے- مگر ابھی تک اس کے لب پر اف تک نہ آئی تھی- حتٰی کہ کہنیاں بھی کٹ کر گر گئیں- مگر اسے جنبش تک نہ ہوئی- لیکن جب نوبت گھٹنوں پر پہنچی- تو ضبط اس سے چلا گیا- اور وہ ماہی بے آب کی طرح زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا- اور اس کی چیخیں آسماں تک پہنچ رہی تھیں- اور خون کے فوارے اس کے بریدہ جسم سے نکل کر چاروں طرف فوجیوں اور تماشائیوں کے دامنوں کو تر کر رہے تھے- اور ان چیخوں کی ہیبت کے ساتھ مل کر ایک نہایت بھیانک اور محشر آفریں منظر پیش کر رہے تھے- مگر وہ قسی القب والی (یا عذاب کا فرشتہ) اس سے متاثر نہ ہوا- بلکہ چلانے والے کی لوتھ کے سر پر کھڑا ہنس رہا تھا- اور فحش اور مغلظات سنا رہا تھا (زوالِ غازی

صفحہ۳۸۳) یہ انجام اس قاضی کا ہوا - جس نے تین احمدیوں کے قتل و رجم کا فتویٰ دیا تھا - اور اپنی عاقبت سے نڈر تھا - فانظر واکیف کان عاقبة المکذبین -

نواں پاداش ظلم : سردار نصر اللہ خان کی اکلوتی لڑکی عالیہ بیگم جو نہایت حسین اور جمیل تھی - جس کو غازی امان اللہ خان نے منکوحہ بیوی بنا لیا تھا - مگر بقول عزیز ہندی اس کو بھاگتے وقت کس مپرسی کی حالت میں اپنے دشمن بچہ سقہ کے رحم پر کابل میں چھوڑ گیا (زوال غازی صفحہ۳۸۶،۸۳) افغانوں کے رسم و رواج کے ماتحت امیر امان اللہ خان کا یہ فعل نہایت شرمناک اور قبیح تھا - جو اس سے سرزد ہوا - کہ اپنی بیوی بچہ سقہ کے سپرد کر کے چلا گیا -

دسواں پاداش ظلم : جس تخت و تاج پر امیر امان اللہ خان کو بڑا ناز و غرور تھا اور جس کی فرضی حفاظت کے واسطے اس نے جماعت احمدیہ کے افراد کا خون گرانا مباح جانا - اور بکروں کی طرح حضرات شہداء ثلاثہ کو قربان کیا - اور جس کو امیر موصوف نے ہمیشہ کے واسطے اولاد سے مخصوص کر دیا تھا - اس سے چھین لیا گیا - اور ہمیشہ کے واسطے امیر امان اللہ خان خود اور اس کی اولاد کیا - بلکہ خاندان عبدالرحمٰن خان کا ہر فرد محروم کر دیا گیا - اور ایک ایسے چور کے سپرد کر دیا گیا - جو اس کے باپ کا ہم نام تھا - اور اس کا باپ اس کے دادا کا ہم نام تھا - یعنی حبیب اللہ بچہ سقہ ولد عبدالرحمٰن - (زوال غازی صفحہ۳۸۷)

قل اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشآء و تنزع الملک ممن تشآء و تعز من تشآء و تذل من تشآء بیدک الخیر انک علی کل شی قدیر -

باب چہارم

زمانہ حکومت اعلیٰ حضرت محمد نادرشاہ بادشاہ افغانستان

فصل اوّل

اعلیٰ حضرت محمد نادرشاہ کا نسب

اعلیٰ حضرت محمد نادرشاہ جو سردار محمد یوسف خاں کا بیٹا اور سردار محمد یحیٰی خان کا پوتا اور سردار سلطان محمد خاں طلائی کا جو گورنر پشاور اور امیر کبیر دوست محمد خان والی کابل کا بھائی تھا - پڑپوتا تھا -

امیر عبدالرحمٰن خان کے خاندان کا امیر امان اللہ خان پر خاتمہ ہوا - اور خدا تعالیٰ نے اس خاندان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا - اور نہایت ڈرامائی انداز میں یہ کھیل ختم ہوا - اور دیکھنے والوں کو خدا کے غضب کا نظارہ دکھا دیا -

اب خدا تعالیٰ نے سردار سلطان محمد خان خلف سردار پائندہ خان کے دوسرے بیٹے کی نسل میں حکومت منتقل کر دی سلطان محمد خاں بزمانہ حکومت امیر دوست محمد خاں برادر خود صوبہ سرحد میں ضلع پشاور و ضلع مردان اور ضلع کوہاٹ کا گورنر تھا اور شہر پشاور میں دروازہ کوہاٹی کے بالمقابل جو وسیع احاطہ مشن ہائی سکول ہے - یہ گورنر کا رہائشی مکان تھا - مشن سکول میں ایک یادگاری کتبہ سنگِ مرمر کا لگا ہوا ہے -

شجرۂ نسب اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ

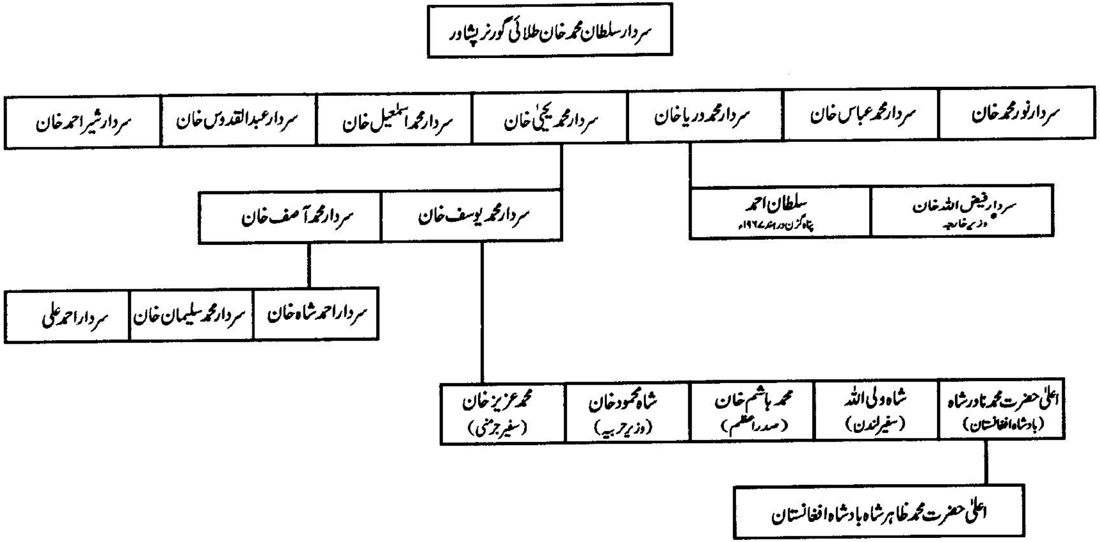

گورنر مذکور ایام گرما میں وزیر باغ میں رہائش رکھتے تھے- جو وزیر فتح خان برادر کلاں سردار سلطان محمد خان نے بنوایا تھا- اس میں شاہی محلات تھے- جو اب مٹ چکے ہیں- یہ باغ کوہاٹی دروازہ سے کوئی نصف میل کے فاصلہ پر جنوب کو واقع ہے-

جن ایام میں حضرت سید احمد بریلویؒ بمعہ مجاہدین سرحد میں بغرض جہاد مقیم تھے- سردار سلطان محمد خان پشاور میں حاکم تھے- سردار یار محمد خان حاکم اتمان تھے- اور زیدہ میں مقیم تھے- سردار پیر محمد خاں یوسفزائی کے حاکم تھے- اور ہوتی میں مقیم تھے سردار سید محمد خان ہشت فقیر کے حاکم تھے- اور بالا حصار چارسدہ میں مقیم تھے- یہ سب عباسی سردارانِ پشاور کہلاتے تھے-

سردار سلطان محمد خان کے قریباً بیس فرزند تھے- جن میں سردار عباس خاں، سردار ذکریا خان، سردار محمد یحیٰی خان، سردار عبدالقدوس خان مشہور افراد ہیں-

جب سرحد میں مہاراجہ رنجیت سنگھ مسلط ہو گیا- تو سردار سلطان محمد خان پشاور سے کابل چلے گئے- اور وہیں فوت ہوئے اور لب سڑک پشاور کابل نزدیک چمن حضوری ایک گنبد کے اندر سلطان محمد خان کی قبر ہے- خاکسار نے جب کابل میں یہ قبر دیکھی تو خستہ حالت میں تھی- قریب ہی اعلیٰ حضرت محمد نادر خان کا مدفن ہے جو فوجی قلعہ کے باہر ہے- اس خاندان کے اور افراد بھی وہیں دفن ہیں-

سردار محمد یحیٰی خان امیر عبدالرحمٰن کے تختِ نشینی کے ایام میں کابل سے پشاور تشریف لائے اور پھر پشاور سے ہندوستان چلے گئے- اور اکثر حصہ عمر

ڈیرہ دون میں رہے۔

سردار محمد یوسف خان اور سردار محمد آصف خان نے ہندوستان میں ہی تعلیم حاصل کی۔ اور ان کی اولاد بھی ڈیرہ دون میں ہی تعلیم حاصل کرتی رہی۔

سردار محمد عزیز خاں جرمنی میں سفیر تھے۔ اور وہاں مارے گئے۔ سردار محمد نادر خان اور سردار محمد ہاشم خان اور سردار شاہ ولی خان اور سردار شاہ محمود خان ہندوستان ہی میں پیدا ہوئے اور یہی تعلیم پائی۔

جب امیر حبیب اللہ خان تخت نشین ہوا تو اس نے سردار محمد یوسف خان اور سردار محمد آصف خان کو کابل آنے کی اجازت دے دی۔ اور کابل بلوائے گئے۔ اور اپنے مشیر خاص مقرر کئے۔ جب امیر حبیب اللہ خان ۱۹۰۷ء میں سیر ہند پر تشریف لائے۔ تو یہ دونوں بھائی بھی ساتھ تھے۔ کابل میں ان کی اولاد اہم عہدوں پر فائز رہی۔ سردار محمد نادر خان فوج کے سپہ سالار رہے۔ اور امیر امان اللہ خان نے جب انگریزوں سے مئی ۱۹۱۹ء میں تیسری جنگ افغانستان چھیڑی۔ تو سردار محمد نادر خان سمت جنوبی کے راہ سے ٹل آ کر فوجی قلعہ پر قابض ہوئے۔ اور دو تین دن ٹل پر قبضہ رکھا۔

جب امیر امان اللہ خان کسی وجہ سے ناراض ہوئے تو سردار محمد نادر خان کابل سے فرانس سفر ہو کر روانہ ہوئے۔ اور پانچ سال پیرس میں مقیم رہے۔ اور ان دنوں ان کی صحت خراب تھی۔

نومبر ۱۹۲۷ء میں جب امیر امان اللہ خان سفر یورپ پر گئے اور جون

۱۹۲۸ء میں واپس آئے - تو افغانستان کے اندر امیر موصوف کے خلاف نفرت اور بغاوت پھیل چکی تھی -

اس موقع سے ملاؤں نے فائدہ اٹھایا - اور حبیب اللہ بچہ سقہ کو جرأت دلائی - کہ وہ کابل پر حملہ آور ہو - اور امیر امان اللہ خان کے دل میں خدا تعالیٰ نے بچہ سقہ کا ڈر اور رعب بٹھا دیا کہ وہ ڈر اور بزدلی سے کابل کے تخت و تاج سے دست بردار ہو کر قندھار کی راہ سے بڑی بے سروسامانی اور پریشانی میں بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا - کہ وہ کیا کر رہے ہیں -

جن انگریزوں سے اس کو نفرت تھی - بالآخر انہی کے دستِ کرم اور امداد کا محتاج ہوا - چمن آیا - دہلی سے ہوتا ہوا بمبئی پہنچا - وہاں ملکہ ثریا بیمار ہوئی اور ایک لڑکی تولد ہوئی - اور قدرے صحت پا کر بمبئی سے اطالیہ پہنچے - وہاں مقیم ہوئے -

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری
کتنے دن آپ جیا کس لئے دارا مارا

امیر امان اللہ خان نے جس تخت و تاج کی حفاظت کے واسطے جماعت احمدیہ کے بے گناہ مبلغ حضرت نعمت اللہ خان - حضرت مولوی عبدالحلیم اور حضرت قاری نور علی شہید کئے وہ تخت و تاج ایک آن کی آن میں حبیب اللہ بچہ سقہ کے ڈر سے امیر امان اللہ خان چھوڑ بھاگا - آیۃٌ لِلسائلین و عبرۃ للناظرین کا مقام ہے -

جب سردار محمد نادر خان کو فرانس میں علم ہوا - کہ افغانستان کا یہ حشر ہوا - تو وہ بمعہ اپنے بھائیوں کے بیمار حالت میں قیصر ہند جہاز میں

۲۲/فروری ۱۹۲۹ء کو پیرس سے بمبئی پہنچے اور بمبئی اور لاہور ہوتے ہوئے پشاور پہنچ گئے۔ اور پشاور میں آرام فرما کر فروری ۱۹۲۹ء کے آخیر میں سردار محمد ہاشم خان کے ہمراہ خیبر ڈہکہ افغانستان کی حدود میں داخل ہونے کی ہدایت کی۔ اور مشورہ دیا۔ کہ وہ شنواری اور مہمندوں اور آفریدیوں سے امداد حاصل کرے۔

خود سردار محمد نادر خان۔ شاہ ولی خان اور شاہ محمود خان براہ خوست داخل افغانستان ہوئے۔ اور قبائل خوست۔ وزیرستان، جدران جاجی اور دوسرے قبائل کی امداد لے کر براہِ گردیز ولوگر اور علی خیل کابل کی طرف بڑھے اور چار آسیا کی راہ شاہ ولی خان کابل میں داخل ہوئے۔ اور بچہ سقہ کی افواج اور مددگار شکست کھا گئے اور کابل فتح ہوا۔

ابتدائی نصف اکتوبر ۱۹۲۹ء سردار محمد نادر خان کابل پر قابض ہو گئے۔ اور بچہ سقہ نے ارک شاہی خالی کر دیا۔

۱۶/اکتوبر ۱۹۳۰ء کو سردار محمد نادر خان نے افغانستان کے صوبوں سے نمائندے طلب کر کے لوئ جرگہ قائم کی اور لوئ جرگہ نے بالاتفاق سردار محمد نادر خان کو تخت و تاج پیش کیا اور کہا

ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند

اس طرح خدا تعالیٰ نے سردار محمد نادر خاں کو افغانستان کا بادشاہ (اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ) بنا دیا۔ اور امیر امان اللہ سے عامۃ الناس نے سخت بیزاری کا اظہار کیا۔ اور اس کو کافر اور بے دین اور عیاش اور بدکردار ظاہر

کیا - (دیکھو حالات خلع تخت کابل شائع کردہ حکومت افغانستان - جس میں لوئ جرگہ کی تفصیلات ہیں یہ کتاب فارسی اور اردو میں شائع ہوئی ہے)

حضرت مسیح موعود کی پیش گوئی: خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ وحی ۳ مئی ۱۹۰۵ء اطلاع دی - کہ ''آہ نادرشاہ کہاں گیا - '' (تذکرہ صفحہ ۵۴۳) یہ وحی تین امور پر مشتمل خبر دے رہی تھی - اول تو یہ کہ کوئی شخص نادرشاہ نامی آنے والے زمانہ میں کسی قطعہ زمین پر ظہور کرے گا - یہ شخص اپنی اعلیٰ قابلیتوں اور قوائے خداداد کے باعث پبلک میں اس قدر محبوب اور مطلوب ہوگا - کہ عندالضرورت لوگ پکار اٹھیں گے - اس وقت نادرشاہ کی ضرورت ہے - آہ نادرشاہ کہاں گیا - کیونکہ اس ضرورت کو وہی پورا کرسکتا ہے - دوم وہ عین اس وقت میں پبلک سے جدا ہوگا - اور اچانک جدا ہوگا - جب کہ ہنوز اس کی خدمات جلیلہ کی ضرورت باقی ہوگی - تب لوگ بطورِ حسرت کہیں گے - کہ آہ نادرشاہ کہاں گیا -

یہ ہرسہ امور اس طرح پورے ہوئے کہ امیر امان اللہ خاں نے خود محمد نادرشاہ کو سفارت فرانس پر روانہ کر دیا - اور اس کی غیر حاضری میں بغاوت رونما ہوئی اور امیر امان اللہ خان تخت و تاج چھوڑ کر افغانستان سے نکل گیا - اور تخت و تاج اور ملک حبیب اللہ بچہ سقہ کے ہاتھ میں چلا گیا - تو قدرت نے موقع دیا - اور محمد نادرخاں کو فرانس سے بلوایا گیا - اور خالی ہاتھ نہ پاس خزانہ نہ فوج - مگر فتح افغانستان کا عزم کیا - اور خدا تعالیٰ نے غیب سے سب سامان کر دیئے اور اعلیٰ حضرت محمد نادرشاہ افغانستان کا بادشاہ بن گیا اور بچہ

سقہ اوراس کے ساتھی چوروں کو گولیوں سے ہلاک کر کے پھانسی پر لٹکا دیا۔

دوم حبیب اللہ بچہ سقہ نے کابل لیا تو اس قدر ظلم کیا اور دست تعدی دراز کیا۔ کہ لوگوں کی عزت مال اور جان سب خطرے میں پڑ گئے۔ اور ہزار ہا نفوس ہلاک ہوئے۔ اور دولت اور جائداد لوٹ لی گئی۔ یہاں تک کہ لوگ محمد نادرشاہ کی غیر حاضری از کابل کو سختی سے محسوس کرنے لگے۔ اور چلا اٹھے کہ آہ! نادرشاہ کہاں گیا۔ سو خدا تعالیٰ نے ان کی دردِ دل سے نکلی ہوئی دعا کو پورا کیا اور محمد نادرشاہ کو فرانس سے بھیج دیا۔ اور محمد نادرشاہ کو بادشاہ بنا دیا۔ اور بچہ سقہ کو بمعہ رفقاء نیست و نابود کر دیا۔ اور افغانستان کی تباہ شدہ سلطنت اور عزت کو بحال کر دیا۔ اور حیرت انگیز طریق پر نہ صرف ضائع شدہ اشیاء کو بحال کیا۔ بلکہ پہلے سے زیادہ خوبصورت اور رفیع الشان عمارات، بازار، پل، سڑکیں، تار، ٹیلیفون اور باقاعدہ افواج اور سامانِ جنگ مہیا کر لیا۔

سوم تین چار سال کے عرصہ میں جس قدر جلدی ترقی افغانستان نے کی۔ افغانانِ کابل ابھی ان کے نظارہ میں محو تھے۔ کہ ایک نمک حرام شخص عبدالخالق نامی نے اعلیٰ حضرت محمد نادرشاہ کو ارک شاہی میں ۸ر نومبر ۱۹۳۳ء کو بوقت تقسیم انعامات پستول سے فائر کر کے شہید کر دیا۔ اور افغانستان چشم زدن میں ایک نہایت ہی قیمتی وجود، بہادر جرنیل، دیندار منتظم اور عادل اور ہمدرد بادشاہ کیا بلکہ ایک بے نظیر وجود اور جلیل القدر ہستی کی سرپرستی سے محروم ہو گیا۔ اس کے قابل قدر کاموں کو دیکھ کر اس کی گذشتہ خدمات جلیلہ کو دیکھ کر اس کے انتظامات کو دیکھ کر اور اس کی موت کو دیکھ کر ہر باشندۂ افغانستان دردِ دل سے پکار اٹھا ''آہ! نادرشاہ کہاں گیا۔''

تینوں صورتوں میں یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوئی ۔

اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ نے ایک برباد شدہ گھر کو نہ صرف دوبارہ تعمیر کرایا بلکہ اس کی سابقہ عمارت کو شان وشوکت میں دوبالا کردیا جـــــزاہ اللہ احسن الجزاء

فصل دوم

زمانہ ءحکومتِ اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ

جب اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ ۸/نومبر ۱۹۳۳ء کو مارے گئے۔ اراکین سلطنت کے مشورہ اور خاندان کے اتفاق سے ان کا اکلوتا فرزند محمد ظاہر شاہ تختِ کابل پر حکمران مقرر ہوا۔ تو بڑے امن وامان سے یہ واقعہ قبول کیا گیا ۔ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ نے ۱۶/اکتوبر ۱۹۲۹ء لغایت ۸/نومبر ۱۹۳۳ء صرف چار سال کامل حکومت کی اور رعایا کا دل مول لے لیا ۔ اور ملک میں بچہ سقہ کی تخریب کے بعد نہ صرف تعمیر کی بلکہ مزید ترقیات کا راستہ کھول کر چل دیئے۔

اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ ۸/نومبر ۱۹۳۳ء سے اس وقت تک دسمبر ۱۹۵۸ء ہے۔ قریباً ۲۵ سال سے حکمران ہیں۔ نہایت خاموشی سے حکومت کرتے آئے ہیں۔

۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو دولتِ پاکستان وجود میں آئی ۔ اور افغانستان

نے بھارت سے تعلقات سیاسی جوڑے- اور اپنے ہم مذہب اور ہم قوم مسلمان اور سلطنت سے برادرانہ تعلق کسی مصلحت کے ماتحت روا نہ رکھا- اب حالات پہلے سے قدرے بہتر ہو گئے ہیں...... جیسا کہ ایک مسلمان حکومت کو دوسری مسلمان حکومت سے برادرانہ رکھنے چاہیں- خدا کرے یہ تعلقات باہمی اچھے ہو جائیں-

ہماری آرزو: خدا کرے- افغانستان کو چند ایسے بادشاہ مسلسل مل جاویں- جیسے کہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ تھے- تو بہت جلد مہذب دنیا کے دوش بدوش افغانستان کھڑا ہونے کے قابل ہو جاوے گا-

اس وقت بھی شاہ فقید نے اس کو ایسا شاہراہ ترقی پر ڈالا ہے- کہ اگر خدا کو منظور ہوا- اور کسی قسم کا کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا- تو بسرعت تمام اپنے معراج کی طرف افغانستان بڑھتا جاوے گا- اس وقت دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے- خدا کرے اس میں شوق حصول علم و ہنر و کمالات دنیاوی اور قدر دانی امن و جذبہ وفاداری بادشاہ و ملک پیدا ہو- اور بادشاہ میں رعیت پروری عدل و حقوق العباد و حفاظت عزت و اموال و اخلاقِ ملت کا شوق بیش از بیش ترقی پذیر ہو- اور ان کے ملک میں ہر مذہب و ملت کو ان کے حقوق آزادی مذہب و تجارت و تمدن محفوظ رہیں-

موجودہ حکمران خاندان کا رویہ اس وقت تک سلسلہ احمدیہ کے خلاف ثابت نہیں- اور خدا کرے کہ وہ خدا کے فرستادہ کی مخالفت کے سیلاب سے بچے رہیں- اور حالات آل امیر عبدالرحمٰن ان کے واسطے سبق آموز ہوں-

بادشاہ کا ظل اللہ ہونا: بادشاہ وقت ظل اللہ ہوتا ہے اور ہر مذہب وملت اس کے سایہ میں آزادی سے اپنے اصول پر عامل ہوتے ہیں۔ اور اگر بادشاہ متعصب ہو جاوے۔ تو ظل اللہ نہیں رہتا۔ اور حکومت کا اہل بھی نہیں ہوسکتا۔

فصل سوئم

زمانہ حکومت بچہ سقہ اور پچاسی ہزار افراد کی ہلاکت

حضرت احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے ۱۳/مارچ ۱۹۰۷ء کو بذریعہ وحی اطلاع دی کہ ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار آدمی مریں گے۔ (تذکرہ صفحہ ۱۰۷) ہم نے اس وحی الہٰی کو منظوم کر کے اخبار الفضل مورخہ ۱۹/نومبر ۱۹۱۸ء میں قبل از وقوع شائع کرایا تھا۔ جو یہ ہے۔

شاہِ کابل کی ریاست میں مریں گے عنقریب
آدمی اس کی رعایا میں سے پچاسی ۸۵ ہزار

خدا تعالیٰ نے اس پیش گوئی کو اپنا عملی رنگ اس طرح دے کر پورا کیا۔ کہ سرزمین افغانستان میں بغاوت پر بغاوت نمودار ہوئی اور آخرکار یہ انقلاب بچہ سقہ واقع ہوا۔ جس کی نذر ہزارہا نفوس ہو گئے۔

پہلا وقوعہ بغاوت منگل: امیر حبیب اللہ خان کے ایامِ حیات میں ہوا۔ منگل قوم نے بغاوت کی۔ باہمی جنگ میں سرکار کے سپاہی اور قوم کے افراد

کثرت سے ہلاک ہوئے - تب جا کر بغاوت دب گئی -

دوسرا وقوعہ قتلِ امیر: امیر حبیب اللہ خان بمقام گلہ گوش پغمان قتل ہوا - اور سردار نصر اللہ خاں نے سردار عنایت اللہ خان کا حق تخت و تاج غصب کر لیا - امیر امان اللہ خان کابل میں بادشاہ ہو گیا - اور امیر مقتول کے قتل کے سلسلہ میں کئی لوگوں کو قتل کیا اور اسی سلسلہ میں برطانیہ اور افغانوں کی جنگ چھڑ گئی - جس کو افغانستان کی تیسری جنگ کہتے ہیں - اور یہ جنگ سرحدات سمت مشرقی - سمت جنوبی اور صوبہ قندھار کی سرحدات تک پھیل گئی اور ہزارہا نفوس فوج اور رعیت کے مارے گئے - یہ قتل مقاتلہ فروری ۱۹۱۹ء لغایت اکتوبر ۱۹۱۹ء جاری رہا -

تیسرا وقوعہ بغاوت منگل وجدران: یہ بغاوت بار دیگر بزمانہ حکومت امیر امان اللہ خان ۱۹۲۴ء میں اقوام منگل وجدران میں شروع ہوئی اور ملائے لنگ عبداللہ کے قتل ہونے تک اس کے ذریعہ سلسلہ ہلاکت جاری رہا - اور ہزارہا نفوس رعیت اور بادشاہ کی طرف سے مارے گئے - تب جا کر یہ بغاوت فرو ہوئی -

چوتھا وقوعہ بغاوت شنواری ومہمند: یہ بغاوت ۱۹۲۸ء میں امیر امان اللہ خاں کے خلاف علاقہ جلال آباد میں شروع ہوئی - جس کا مدعا افغان لڑکیوں کو یورپ میں تعلیم کے واسطے جانے سے روکنا تھا - اور یہی بغاوت سمت مشرقی سے سمت شمالی اور سمت جنوبی کی سرحدات تک پھیل گئی - جس کا نتیجہ امیر امان اللہ خان کا عزل از تاج و تخت ہوا - کثرت سے باغی اور افواج قتل

ہوئیں۔ اور بقول عزیز ہندی پندرہ بیس ہزار نفوس قتل ہوئے۔ (زوال غازی صفحہ ۴۰۲)

پانچواں وقوعہ حکومت بچہ سقہ: حبیب اللہ خاں عرف بچہ سقہ نے تخت نشین ہو کر شہر کابل اور اطراف افغانستان میں جنگ و جدل اور قتل و مقاتلے شروع کر دیئے۔ اور ہزار ہا نفوس کو اس دارِ فانی سے رخصت کر دیا۔ یہ سلسلہ اکتوبر ۱۹۲۸ء لغایت جنوری ۱۹۲۹ء جاری رہا۔ بڑے بڑے اراکین سلطنت اور امراء اور سردار قتل ہوئے۔ سمت شمالی و مشرقی ہزارہ جات اور قندھار اور مسقر پر کثرت سے لوگ مرے۔

چھٹا وقوعہ حکومت نادرہ: جس وقت اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ حدود افغانستان میں داخل ہوئے۔ تا فتح کابل و جنگ کوہ دامن و قتل بچہ سقہ ہزار ہا نفوس ہلاک ہوئے۔ بعض سرکار کی طرف سے اور بعض رعیت کی طرف سے اور کوہ دامنیوں کو خوب سزا دی گئی۔

ساتواں وقوعہ شہادت محمد نادر شاہ: جرنیل غلام نبی خان اور اس کے بعد اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ شہید کے واقعہ قتل کے سلسلہ میں کثرت سے لوگ مارے گئے۔

عزیز ہندی لکھتا ہے۔ کہ بچہ سقہ نے اسی نوے ہزار افواج بھرتی کی تھی۔ جنہوں نے جنگوں میں حصہ لیا۔ اور نصف سے زیادہ مقتول و مجروح ہو گئی۔ اس میں قبائل کی تعداد شامل نہیں۔ جو بچہ سقہ کی طرفداری میں جنگ کر رہے تھے۔ اس سے قارئین معمولی سا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ بغاوت شنواری

سے بچہ سقہ کے نیست و نابود ہونے تک کس قدر نفوس مارے گئے-

(زوال غازی صفحہ ۴۰۴)

جنرل غلام نبی خان اور غلام جیلانی خان پسران فیلڈ مارشل غلام حیدر خان چرخی اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ کی موت سے چند ماہ قبل مارے گئے تھے- عبدالخالق جوان کا پروردہ تھا- اس نے اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کو مار کر بدلہ لیا- ۸ر نومبر ۱۹۳۳ء کو یہ واقعہ ہوا-

اخبار انقلاب لاہور روزانہ نے شائع کیا تھا- کہ ایک لاکھ سے زائد نفوس ہلاک ہو چکے تھے- آپ نے ان واقعات پر نظر دوڑا کر دیکھ لیا ہو گا- کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام کو کس طرح عملی رنگ میں پورا کیا اور بغیر اس قسم کے واقعات کے کس طرح ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مر سکتے تھے- جب تک کہ خلاف توقع واقعات ظہور پذیر نہ ہوں- بچہ سقہ تو محض خاندان امیر عبدالرحمٰن خان کے مٹانے کی غرض سے ایک غضب کا فرشتہ تھا- جو پیدا ہوا اور کام کر کے فنا ہو گیا- اور ملک اور تاج دوسرے اہل لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا گیا- نہ وہ بادشاہ تھا اور نہ وہ بادشاہت کا اہل تھا- البتہ ایک امانت کو حاصل کیا اور اہل لوگوں کو دے کر چلتا بنا-

فصل چہارم

ہماری ملاقات

سردار محمد یوسف خان: خاکسار نے سردار محمد یوسف خان اور سردار محمد

آصف خان کو اس وقت پہلی دفعہ دیکھا تھا- جب کہ امیر حبیب اللہ خان سیر ہند پر ۱۹۰۷ء میں تشریف لائے تھے- اور بازار قصہ خوانی پشاور میں فٹن میں شہر کا سیر کرنے گذرے تھے- اس وقت دونوں بھائی ایک فٹن میں سوار تھے اور ان کی ڈاڑھیاں سیاہ تھیں- غالباً ۱۹۲۴ء میں دوبارہ اس وقت سردار محمد یوسف خان کو دیکھا- کہ آپ بدوران حکومت امیر امان اللہ خان کابل سے پیرس بغرض تبدیل ہوا و علاج جا رہے تھے- اور صدر پشاور ریلوے سٹیشن سے سیکنڈ کلاس میں سوار ہوئے- ان کی گاڑی ریزرو تھی- چھٹی کا دن تھا- میں بھی پشاور سے ہوتی مردان جا رہا تھا- میں نے اطلاع پا کر سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ خریدا- جب گاڑی روانہ ہونے کو تھی- میں اس بوگی میں سوار ہوا- جس میں سردار صاحب تشریف فرما تھے- میں نے بوگی میں داخل ہو کر السلام علیکم کہا اور ایک سیٹ پر بیٹھ گیا اور سردار صاحب سے اجنبی ہونے کی صورت میں گفتگو شروع کی- اور دریافت کیا- کہ آپ کہاں جا رہے ہیں- فرمانے لگے پیرس بغرض علاج اور تبدیلی آب وہوا- خاکسار نے گفتگو کا رخ افغانستان کی طرف پھیرا- وہاں کی ضروریات اور ترقیات علم و تعلیم اور زمانہ کے حالات کے مطابق اہل ملک میں تبدیلی پیدا کرنے کا ذکر کیا- مسلمانوں کی خستہ حالت اور اصلاح اور حضرت احمد کا ظہور اور مشن اور جماعت احمدیہ کے اصلاحی کارنامے اور عامۃ الناس کی خدمات کا ذکر کیا سردار صاحب سنتے رہے- اور بعض مقامات پر محظوظ ہوتے اور تعریف کرتے اور اظہار فرمایا کہ ارکان دربار کابل ان حالات سے خبر پاتے رہتے ہیں- مگر ہمارا ملک بے علم اور جاہل ہے- وہاں سب سے مقدم علم کی ضرورت ہے- امیر صاحب بیدار مغز ہیں چاہتے ہیں- کہ

ملک جلد ترقی کرے۔مگراس پرضرور بڑا وقت خرچ ہوگا۔

سردار صاحب کے ساتھ دونو جوان دوسرے کمرہ میں فوجی لباس میں ساتھی تھے۔ جو غالباً کپتان تھے۔ مگر جغرافیہ سے اس قدر ناواقف تھے۔ کہ دریافت کرنے لگے کہ پہلے راولپنڈی آئے گی یا لاہور۔ بمبئی نزدیک ہے یا لندن۔ خاکسار نے بالتفصیل بتایا۔ اورنوشہرہ سے اتر کر مردان کا رخ اختیار کیا۔ اوران سے رخصت ہوگیا۔

سردار محمد یوسف خان کی داڑھی اب سفید اور خود معمر تھے۔ یہ جنرل محمد نادر خان کے والد تھے۔

جنرل محمد نادر خان صاحب سے پشاور میں ملاقات:

امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد غالباً ۱۹۲۴ء میں جب امیر امان اللہ خان جنرل محمد نادر خان سے ناراض ہوا۔ اور افغانستان سے باہر روانہ کرنے کی خاطر جنرل موصوف کو فرانس کا سفیر مقرر کر دیا۔ آپ فرانس جاتے ہوئے پشاور وارد ہوئے اور ڈین ہوٹل میں مقیم تھے۔ خاکسار جماعت احمدیہ پشاور کے پچیس معزز افراد کا وفد بنا کر ڈین ہوٹل گیا۔ اورسیکرٹری سے اجازت حاصل کر کے جنرل صاحب موصوف سے ایک کمرہ میں ملاقات ہوئی۔ مزاج پرسی کے بعد جماعت احمدیہ کے مختصر عقائد حضرت احمد کا دعویٰ اور حضرت کے مشن کی غرض بیان کی۔ اور تبلیغ اسلام کا جو کام ممالک غیر میں ہو رہا ہے۔ اس کا ذکر کیا۔ جنرل صاحب اوران کے عملہ نے غور سے سنا۔ اور جنرل موصوف نے بجواب فرمایا۔ کہ میں ہندوستان میں بڑی عمر رہا ہوں اور یہاں تعلیم پائی اور

حضرت احمد اور ان کے مشن سے ہندوستان اور افغانستان سے باخبر ہوں- ہم باشندگان افغانستان جو حالات سے باخبر رہتے ہیں- وہ جماعت کی مساعی جمیلہ اور تبلیغ اسلام کو بہ نظر استحسان دیکھتے ہیں- اور خود امیر صاحب اور اراکین سلطنت بھی واقف ہیں- مگر ہمارا ملک اکثر علم سے غافل اور بے بہرہ ہے اس واسطے افغانستان میں علم دین نہیں- امید ہے خدا تعالیٰ وہ وقت جلد لائے گا- کہ افغانستان بھی آپ کے کارہائے نمایاں کی قدر کرے گا- میں امیر صاحب سے بھی جماعت احمدیہ کے نیک خیالات کا ذکر کروں گا- تمام افراد بڑے تپاک سے ملے- اور جماعت رخصت ہوئی- یہ واقعات حضرت نعمت اللہ خان کی شہادت سے کچھ ماہ قبل کے ہیں-

سردار شجاع الدولہ گورنر: جب حضرت نعمت اللہ خان قید میں تھے- معلوم ہوا- کہ گورنر ہرات سردار شجاع الدولہ براہ نوشہرہ پشاور آئے ہیں- اور کابل جا رہے ہیں- خاکسار نے پھر ایک وفد جماعت احمدیہ پشاور کے معزز افراد کا تیار کیا- اور ڈین ہوٹل میں سردار شجاع الدولہ سے ملاقات کی- جو باتیں جنرل محمد نادر خان سے کی تھیں- وہی باتیں سردار شجاع الدولہ سے ہوئیں- سردار موصوف نے کہا- کہ میں احمدیت کے حالات سے واقف نہ تھا جس قدر علم مجھے اب ہوا- اس سے قبل میں احمدیت سے خائف تھا- اب میرا خوف دور ہوا- اور میں آپ احمدیوں کو اپنا مسلمان بھائی جانتا ہوں- اور اس ملاقات سے دل خوش ہوا- اور میں امیر صاحب سے بھی یہ واقعات ذکر کروں گا تمام افراد کو پرتپاک طور پر ہاتھ ملا کر رخصت کیا-

غالباً سردار شجاع الدولہ جلال آباد پہنچا ہوگا۔ کہ حضرت نعمت اللہ خاں کی شہادت کی خبر آ گئی۔

یہ خاندان ہندوستان میں رہنے کے سبب سے زیادہ نرم مزاج اور معقول پسند اور عام فہم اور رفتار زمانہ سے واقف ہے۔ اعلیٰ حضرت محمد نادرشاہ نے بدوران حکومت کابل عمدہ نمونہ دکھایا۔ مگر افسوس ہے کہ ان کا زمانہ بہت محدود تھا۔ اور کابل جلد ان کی حکومت سے مرحوم ہو گیا۔ مگر افغانستان کا ہر افسر ضروری نہیں کہ اعلیٰ حضرت محمد نادرشاہ کی طرح ہو۔ اگرچہ خدا کرے ہر افسر ایسا ہی ہو۔

جن ایام میں پاکستان اور افغانستان کا اختلاف شروع ہوا۔ کابل ریڈیو نے ہندوستان کی ہمدردی میں پاکستان کے خلاف پراپیگنڈے میں بلا وجہ اور نہایت بے انصافی سے محترم محمد ظفر اللہ خان اور احمدیت کے خلاف غلط رویہ اختیار کیا۔ جو سراسر خلاف انصاف اور اخلاق تھا۔

فصل پنجم

واقعات گذشتہ سے درس عبرت

خدا تعالیٰ اپنے پاک کلام قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنْ اَھْلِ الْقُرٰی ط

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O حَتّٰى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْآ اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَ هُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّىَ مَنْ نَّشَآءُ ط وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ O لَقَدْ كَانَ فِىْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ط(سورہ یوسف ۱۰۹-۱۱۰)

یعنی تجھ سے پہلے جس قدر نبی اور رسول ہم نے بھیجے ہیں- وہ مَردوں میں سے ہی منتخب ہوئے تھے- ہم نے ان پر وحی نازل کی- وہ انہی قصبوں کے رہنے والے تھے- پس یہ منکر لوگ کیوں اس زمین پر چل پھر سیر نہیں کر لیتے -تا کہ وہ دیکھ لیں کہ آخر ان منکرانِ رسل کا جو ان سے قبل گزر چکے ہیں کیا انجام ہوا- آخرت کا گھر تو صرف ان لوگوں کے واسطے بہتر ہو گا- جو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرتے ہوں- اور تکذیب رسل سے بچتے ہوں- پس تم لوگ کیوں تکذیب سے پرہیز نہیں کرتے-

ایک وقت ایسا بھی آیا- کہ لوگوں سے رسول مایوس ہو گئے- اور انہوں نے گمان کرلیا- کہ بس ان کی تکذیب کی حد ہو گئی عین اس وقت میں ہماری طرف سے ان کو نصرت اور مدد پہنچی- پس ہم تو جس کو پسند کرتے ہیں- اس کو بلاؤں سے نجات دیتے ہیں- اور ہماری سزا کو مجرمانِ رسل سے کوئی نہیں ٹال سکتا-

ان مکذبین رسل کے واقعات بیان کرنے سے ہمیں عقل مندوں کو درس عبرت دینا ہے اور بس-

حضرت احمد کی نُصرت: خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کے بموجب اپنے فرستادہ حضرت احمد علیہ السلام کو اپنا موعود نبی اور رسول بنا کر اصلاح خلق اللہ کے واسطے مبعوث کیا - ہندوستان اور دوسرے ممالک نے تکذیب سے کام لیا - فتویٰ کفر دیا - اور جی کھول کر تکذیب کی افغانستان میں پہلے امیر عبدالرحمٰن خان نے پھر امیر حبیب اللہ خان نے اور پھر امیر امان اللہ خان نے بار بار تکذیبِ رسول کا تجربہ کیا - اور اپنے ملک سے استیصال احمدیت میں انتہا کر دی - خدا تعالیٰ نے بھی اپنی گرفت کا حکم صادر کیا - اور امیر عبدالرحمٰن خان کو فالج سے ہلاک کر دیا - امیر حبیب اللہ خان اور اس کے بھائی سردار نصر اللہ خان اور فرزند حیات اللہ خان کو قتل کرا دیا - سردار نصر اللہ خان کا نوجوان بیٹا امیر امان اللہ خان سے مروا دیا - اور سردار علی احمد جان کو توپ سے اڑا دیا - اور امیر امان اللہ خان کو تاج وتخت سے محروم کر کے ہمیشہ کے لئے افغانستان کے ملک سے خارج کر دیا - اور ان زور آور حملوں سے ثابت کیا - کہ کون حق پر تھا - اور کون خدا کے نزدیک ناحق پر تھا -

شہداء احمدیہ: جس وقت حضرت ملا عبدالرحمٰن (۱) مارا گیا - حضرت سید عبداللطیف (۲) کو شہید کیا گیا - حضرت نعمت اللہ خان (۳) اور حضرت عبدالحلیم (۴) - حضرت قاری نور علی (۵) - حضرت محمد سعید جان (۶) - حضرت محمد عمر جان (۷) - حضرت سید سلطان (۸) - حضرت سید حکیم (۹) مظلوم مارے گئے - اور قاتلوں نے خیال کیا کہ بس وہ غالب ہو گئے - اور احمدیت مٹ گئی - خدا تعالیٰ نے آخر کار ان کو وہ ہاتھ دکھائے - کہ

خاندان امیر کے علاوہ ڈاکٹر عبدالغنی کا جوان بیٹا ہلاک کر دیا۔ قاضی عبدالسمیع مارا گیا۔ قاضی عبدالرحمٰن کوہ دامنی کا بند بند جدا کر کے ہلاک کر دیا گیا۔

خدا کے کام: ذرا غور اور تدبر سے کام لو۔ اور سوچو۔ ایک ایک دو دو ہو کر تنہائی میں ٹھنڈے دل سے تعصب کو دور کر کے غور کرو۔ کہ جماعت احمدیہ ایک کمزور اور غریب جماعت ہے۔ اگر کوئی طاقت اور قوت بھی رکھتی ہے۔ تو اس طرح اپنے مخالف گروہ شاہان کابل سے اپنے مظلوم اور معصوم شہدا کے خون کا بدلہ اور انتقام نہ لے سکتی اور پھر شان و شوکت کے ساتھ جس طرح لیا گیا۔ یہ صرف خدا تعالیٰ کا کام تھا۔ اور اہل حق کی تائید میں تھا۔ ہزارہا کتب اور نقلی اور عقلی دلائل سے بڑھ کر یہ خدا تعالیٰ کی عملی اور فعلی تائید صداقتِ حضرت مسیح موعودؑ پر ہے جو ہمارے قوی اور قادر خدا نے دکھائی۔ جس نے خود بخود ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ امیر عبدالرحمٰن خان کو اپنے رنگ میں اور امیر حبیب اللہ خان کو اور اس کے ارا کین سلطنت کو اپنے رنگ میں اور امیر امان اللہ خان کو اپنے رنگ میں اور اس کے معتمدین کو اپنے رنگ میں مواخذہ کیا۔ اور چوروں اور رہزنوں کو اپنے رنگ میں سزا دی۔

درس عبرت: اگر ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کو شکست دے دے۔ تو کوئی نئی بات نہیں۔ البتہ ایک بے سروسامان چوروں کا گروہ اٹھ کر ایک قوی بادشاہ اس کی افواج کو عین دارالسلطنت میں کروڑوں روپے کے خزانہ اور اسلحہ و بارود کے ہوتے ہوئے نہ صرف بے دست و پا کر دے۔ بلکہ اوسان باختہ کر کے تخت و تاج سے بیزار کر کے ملک کی حدود سے ہی باہر نکال دے۔ یہ کیسی

ذلت ہے- یا تو اسی سال امیر امان اللہ خان سیاحت یورپ میں اپنے اقبال و عروج کے انتہاء پر پہنچ جائے- اور نپولین کے بسترے میں پیرس میں استراحت کرے- یا پھر اسی سال ہی تحت الثریٰ میں جا گرے- کہ بیوی کو دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ کر خود کپڑے تک بھول جاوے- اور جان بچانے کو ہی غنیمت جانے- آخر یہ سب کچھ کیوں واقع ہوا- کیا یہ سب اتفاقات ہیں نہیں بلکہ سب کچھ ارادہ الٰہی کے ماتحت ہوا

بالیقین رائے یہ ہماری ہے ہے یہ احمد کی دشمنی کا وبال

فصل ششم

افغانستان میں چند اور شہداء احمدیت کی شہادت

مندرجہ ذیل چند احمدی زمانہ حکومت محمد ظاہر شاہ میں شہید ہوئے- جو حکامِ مقامی کی غفلت اور کمزوری کا نتیجہ ہے-

ولی داد خاں: یہ نوجوان خوست کا باشندہ تھا- قادیان آیا- احمدی ہوا- تعلیم پائی- کمپونڈری پاس کی- شمالی وزیرستان میں دوکان کھولی- اور اہل ملک کی خدمت بحیثیت کمپونڈر شروع کی- اس کے رشتہ دار آئے اس سے ملے- اس کو شادی کی لالچ دی- اس نے رشتہ داروں میں شادی کی- ایک لڑکا ہوا- وہ صاحب جائداد تھا- اس کے ورثاء نے شادی کے ذریعہ اس کو دھوکا دیا- اور وطن لے گئے- وہاں اس کی جائداد پر قبضہ کرنے کی غرض سے اس کو اور اس کے لڑکے خورد سال کو قتل کر دیا- اور مقامی حکام یہ جان کر کہ مقتول

شہید احمدی تھا - قاتلوں کی سزا میں غفلت اور چشم پوشی سے کام لیا - یہ واقعات ۱۹۳۴ء کے قریب کے ہیں -

محمد داؤد خاں : یہ نوجوان قوم کا جاجی تھا - پیواڑ کوتل کے پاس ایک گاؤں کا باشندہ تھا - ربوہ جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء پر آیا - بیعت کی اور چند دن قیام کیا - اور جب وطن واپس ہوا - تو بعض ملاّؤں نے ہلڑ مچایا کہ داؤد خان احمدی ہو گیا اور کافر اور مرتد ہو گیا - اور اس کے گھر پر حملہ آور ہوئے اور اس کو گرفتار کیا - اس کو مرتد ہونے پر مجبور کرنا چاہا - اس نے استقامت دکھائی اور مرتد نہ ہوا - ملاّؤں اور بدمعاشوں نے اس کو ایک درخت سے باندھ کر چاند ماری کر دی اور یہ نوجوان شہید ہوا مگر مرتد ہونا پسند نہ کیا - یہ واقعہ ابتدا مارچ ۱۹۵۶ء کا ہے - حکومت کے کمزور طبع حاکم نے قاتلوں سے کوئی باز پرس نہ کی -

حاجی فضل محمد خاں : یہ حاجی صاحب ذی علم، سادہ مزاج اور متقی انسان تھے - عرصہ دراز سے احمدی تھے یہ بھی جاجی قبیلہ سے تھے - جو پیواڑ کوتل کے قریب کے ایک گاؤں کے باشندہ تھے - ان کے رشتہ داران سے رشتہ کے خواہاں تھے - حاجی صاحب راضی نہ ہوتے تھے - حاجی صاحب چارسدہ قرب پشاور سول کوارٹرز کی مسجد احمدیہ میں نقیب بھی رہے ہیں - ۱۹۵۷ء میں ان کے رشتہ دار آئے - ان کو قرآن کریم پر حلف اٹھا کر تسلی دی کہ آپ ہمارے ساتھ وطن چلیں اور ہم ہر طرح آپ کو اچھی حالت میں رکھیں گے - مگر ان کے دل میں ان کے قتل کا ارادہ تھا - اور ان کی جائداد پر قبضہ پانا تھا - حاجی صاحب سادہ دلی سے ان کے حلف پر اعتبار کر کے چلے گئے - وطن پہنچ کر ان کے رشتہ داروں

نے ان پر حملہ کر دیا - اوران کواوران کے خورد سالہ بچہ کو قتل کر دیا - اوران کی بیوی اور لڑکی پر قبضہ کرلیا - اور حکومت نے چشم پوشی کی اور حاجی صاحب شہید ہو گئے -

محمد احمد [1]: یہ نوجوان محمد احمد - خانمیر[2] صاحب ساکن دہ سبزہ کابل کا فرزند تھا - مولوی فاضل تھا - قادیان میں پیدا ہوا - اور تعلیم پائی - کمپونڈر کا امتحان پاس کیا - اور ٹل ضلع کوہاٹ میں دوکان کرتا تھا - باشندگان ٹل اور کابل خیل وزیر اس کی خدمات سے خوش تھے - ایک متعصب ملا محمد نامی ساکن ہٹکا نے فریب سے اس کو اپنے گھر بلوایا اور محمد احمد اعتبار کر کے .... چلا گیا - ملاّ کا اپنا بچہ بلانے آیا تھا - کہ ہمارے گھر مریض ہے علاج کریں جب محمد احمد وہاں پہنچا - تو ملا محمد نے بندوق اٹھا کر محمد احمد پر فائر کر دیا - اور اس کو شہید کر دیا - یہ واقعہ ۲۹/ جون ۱۹۵۷ء کا ہے - انا للہ و انا الیہ راجعون -

---

[1] عزیزم مولوی محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۳ء میں کابل سے دوسری بار قادیان آیا - اس وقت مرحوم قریباً چھ سات برس کا خورد سال معصوم صورت بچہ تھا - پشتو اور قدرے فارسی کے علاوہ اردو اور پنجابی زبان سے ناواقف تھا - خاکسار اور مرحوم کے والدین ایک ہی محلّہ ناصر آباد میں رہتے تھے - عزیزم مرحوم کے والدین کی خواہش پر خاکسار اسے مدرسہ المتفرقین میں جہاں پر خاکسار حضرت مولوی امام الدین رضی اللہ عنہ آف گولیکے کا نائب معلم تھا - اپنے ساتھ لے جاتا اور فارسی زبان کے ذریعہ اردو کا قاعدہ پڑھاتا - اور اردو پڑھ لینے کے بعد عزیزم مرحوم باقاعدہ پرائمری اور ازاں بعد مدرسہ احمدیہ میں دینی تعلیم حاصل کر کے ٹل میں مقیم ہو گیا - اور کمپونڈری سیکھ کر خلق خدا کی خدمت میں مصروف تھا - ایک ملاّ نے دھوکے سے گھر بلا کر شہید کر دیا - انا للہ و انا الیہ راجعون - خاکسار حکیم عبد اللطیف شاہد تاجر کتب لاہور ربوہ -

[2] سابق باڈی گارڈ حضرت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ -

ایک مظلوم احمدی کا ترانہ

احمد کی پیروی میں ستایا گیا ہمیں
اور بدترینِ خلق دکھایا گیا ہمیں

مومن تھے ہم مگر ہمیں کافر کہا گیا
فتوائے قتل و رجم سنایا گیا ہمیں

مال و متاع جو لوٹ سکے لوٹ لے گئے
موقع ملا تو زندہ جلایا گیا ہمیں

بیوجہ ہم دھرے گئے زندانیوں کے ساتھ
نانِ نمک بنا کے کھلایا گیا ہمیں

کوڑوں سے کر دیئے گئے گھائل ہمارے جسم
کانٹوں پہ پا برہنہ چلا گیا ہمیں

ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑی پاؤں میں بیڑیاں
چکی کا پاٹ سر پہ دھرایا گیا ہمیں

بس میں جو ان کے آیا اسے کر دیا ہلاک
آماجگاہ ظلم بنایا گیا ہمیں

بے جرم و بے قصور گرفتار کر لئے
اور مجرموں کے ساتھ چلایا گیا ہمیں

جو گوسپند سمجھے تھے وہ گرگ بن گئے
اور خون کے آنسوؤں سے رلایا گیا ہمیں

گرمی میں سخت پیاس سے جب العطش کہا
تب آبِ گرم لا کے پلایا گیا ہمیں

قطع تعلقات کو ہم سے رکھا روا
منکوحہ بیویوں سے چھڑایا گیا ہمیں

بستر ہمارے چھین لئے فرش خاک پر
زنداں میں پھر برہنہ سُلایا گیا ہمیں

پایا جو ہم کو ہر طرح پر مستقل مزاج!
جھنجوڑ کر کے خوب ہلایا گیا ہمیں

جب سختیوں سے ہم کو وہ مرتد نہ کر سکے
الٹا لٹا کے خوب پٹایا گیا ہمیں

احمد نبی کو گالیاں دیں مفتری کہا
ناحق یہ ظلم کر کے دُکھایا گیا ہمیں

ظالم نے ہم سے چاہا بھلانا وہ راستہ
وحی خدا سے جو کہ دکھایا گیا ہمیں

اس منتقم نے ظالموں سے لے لے کے انتقام
انجام بد ہر اک کا بتایا گیا ہمیں

یوسفؔ خدا کے فضل سے ہم بھولتے ہیں کب
احمد کا درس جو کہ پڑھایا گیا ہمیں

۳۱ جولائی ۱۹۵۸ء